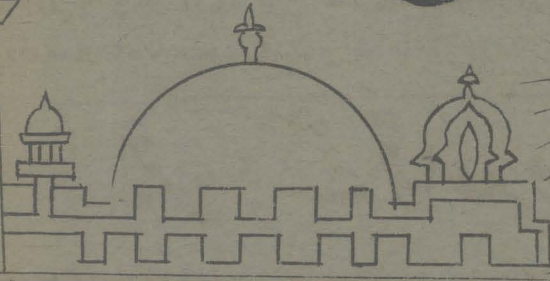
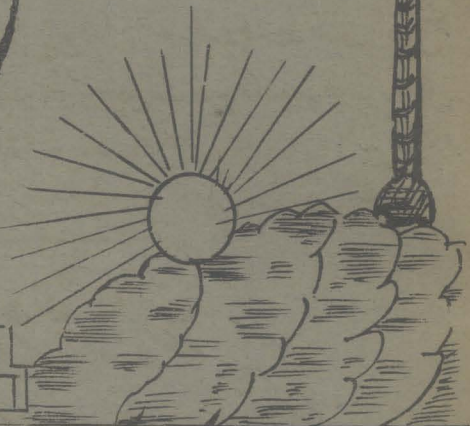


ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

مجلس کربلا الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ کربلا کربلا

قیمت سالانہ دو روپے
طلبہ سے دو روپے

شمس الاسلام



اللہ کے دین کی مدد کرو

۱۹۲۹ء میں کربلا انصار کا جو عمل کیا بارہ سال کے قلیل عرصہ میں اسکی اسلامی فتوا اظہار میں
کوٹہ سے لیکر برہمانہ تک کثیر سے لیکر اس تک پیغام حق پہنچایا گیا ہندوستان بھر میں پہلی جماعت جس نے
جماعتی تنظیم کے ذریعہ قادیانیت کا ہر جگہ منظم مقابلہ کیا اور دوسری جماعتوں کو بھی اس عظیم فتنہ کے استیصال کی ترغیب دلائی قادیانیوں سے سترہ کامیاب مناظرے ہوئے
اور ان مناظروں کے بعد قادیانیوں نے مناظروں کیلئے دعو دینے کا ویتز کر دیا حزب الانصار کے مبلغین بارہ سال کے عرصہ میں ڈیڑھ لاکھ میل کا سفر کیا۔ ریوٹ
موٹر ٹانک کے علاوہ ہزار ہا میل پیدل سفر و شواگرد علاقوں میں گئے کیا پنجاب کے اضلاع میں دیہاتی آبادی کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے
کئی تبلیغی جلسے منعقد کئے علوم اسلامیہ کیلئے بھیرہ میں دارالعلوم عربیہ کا اجراء ہوا جس میں اب تک قریباً نو سو طالب علم فیضیائے حق چکے ہیں پنجاب
کے کئی مقامات پر حزب الانصار کے نظام کے ماتحت مدارس قائم ہوئے فرض و بدعت کی خلاف ورزی کا قیام کیا گیا۔ لافند اور سائل رفض و بدعت کی
تردید میں شائع کئے گئے فتنہ خاکیاری کے مقابلہ کیلئے مسلمانوں کی عسکری تنظیم کا کام تمام شمالی ہندوستان اور ننگل میں شروع کیا گیا
اور فوج محمدی کی تنظیم کے سلسلہ میں امیر حزب الانصار نے تمام ملک کا میاں دہ کیا۔ مدح صحابہ کی تحریک میں فوج محمدی کے بیسیوں رضاکار
اسبہ ہوئے۔ قادیان میں بھی انصار الاسلام کا دفتر قائم ہو چکا ہے اور دہلی پر مدد کا قیام بھی زیر غور ہے۔ جریدہ شمس الاسلام اسی جماعت کربلا
ہے۔ غریب مگر مخلص خدام اسلام کی یہ جماعت تمام باطل گروہوں کے مقابلہ میں بیٹہ سپر ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کا دائرہ عمل وسیع ہو اور
ہر شہر میں اسکی شاخیں قائم ہوں۔ جو لوگ اس کا خیر میں حصہ لینا چاہیں صدر دفتر حزب الانصار بھیرہ کو مطلع کریں
مخبر و فی ثروت اصحاب کا فرض ہے کہ حزب الانصار کی مالی اعانت سے ویرغ نہ فرمائیں نیز جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ
لینا ہر کلمے پڑھے سنی پر لازم ہے۔ (ملینگر)

مِنْ جَانِبِ

حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

بسرپرستی حضرت
میں مبلغین مولانا محمد نصیر الدین
صاحب بگوتی رحمت اللہ علیہ
جاری کیا گیا ہے

بیادگار حضرت عالم شریعت
والطریقۃ السائین بقا العارفین
مولانا محمد اکبر صاحب بگوتی
نور اللہ مرقدہ

اغراض و مقاصد { ۱۔ اندرونی و بیرونی حلوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام۔
{ ۲۔ اصلاح رسوم یا تباع شرعیات اسلامیہ، احیاء اشاعت علوم دینیہ۔

طریقہ کار { ۱۔ جریدہ شمس الاسلام کا اجراء { ۲۔ دارالعلوم عزیز یہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے
ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے { ۳۔ مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض
میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے { ۴۔ عظیم الشان سالانہ کانفرنس { ۵۔ امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمارے
سالانہ تبلیغی دورہ { ۶۔ یتیم خانہ { ۷۔ کتب خانہ { ۸۔ جامع مسجد بھیرہ کی مرمت و تعمیر { ۹۔ مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ جو صاحب حزب الانصار بھیرہ کو کم از کم پانچ روپے ماہانہ عطا فرمائیں گے وہ سرپرست متصور ہونگے ایسے صاحب کے نام جریدہ شمس الاسلام میں شائع ہونگے ایسے حضرات کی سفارش پر ۲۵ امان مساجد غریبا طلباء کے نام جریدہ بلا معاوضہ جاری کیا جائیگا پانچ روپیہ سے کم اور ایک روپیہ سے زیادہ جو صاحب ماہوار رقم عطا فرمائیں گے وہ معاونین میں شمار ہوں گے اور انکی سفارش پر ۱۰ امان مساجد غریبا یقین طلباء کے نام سالہ جاری کیا جائیگا معاونین کے اسماء بھی شکریہ کیساتھ درج کئے جائیں گے
- ۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ و کنیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- ۳۔ عام سالانہ چندہ عام مقرر ہے۔ نمونہ کار پرچہ تین آنہ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- ۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے اکثر رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ان کی طرف سے مہینہ کے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام

مینجر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے

سخ پینسل کا نشان { یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پینسل کا نشان لگایا گیا ہے جنکی مبادا اس پرچہ کیساتھ ختم ہو چکی ہے ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال ۱۳۸۰ء کے چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرست میں مطلع کریں۔ خاموشی سے "شمس الاسلام" کو نقصان پہنچتا ہے۔ (غلام حسین مینجر شمس الاسلام)

”جلوسِ مدحِ صحابہ پہ چل گئی گولی“

(اثر خامہ پر فیسر حکیم تاج الدین احمد صا تاج صدر ادارہ عالیہ مجڈیہ لاہور)

کیس نے کھیلی ہے مسلم کے خون سے ہوئی
روافض ان کا ہیں دامن تو ان کی یہ چوٹی
سبب یہ ہے کہ روافض کی ساتھ ہے ٹولی
کسی نے گرہِ ستم ان کی کیوں نہیں کھولی
مکر ستم سے حکومت نے بھی نہیں کھولی
اور اس پہ کوئی جماعت نہ انجمن بولی
غضبِ غضب کہ ستم کی بھی انتہا ہوئی
امام باڑے سے اٹھتی ہے آپ کی ڈولی
نہ بے گناہوں کے خون پر ہے لیگ بھی بولی
سبب یہ ہے کہ روافض کے ہیں یہ ہم جولی
بھری ہے ان کی روافض نے چپکے سے جھولی
یہ کھا کے بیٹھے ہیں گویا افسیم کی گولی
نہ خونِ اہلِ تسنن کی جنس کیوں تولی؟
کہ ہے حکومتِ پنجاب بھی بڑی بھولی
کسی نے شہد میں کیا زہرِ رفاض کی گھولی
جناب مفتی الوری نے چونچ جب کھولی
لگائے زورِ ستم کیش و فتنہ زار بولی
کہ خود ہی ظلم کی ہو جائے گی تہہ کھولی

جلوسِ مدحِ صحابہ پہ چل گئی گولی
جناب ڈپٹی کمشنر کا لکھنؤ میں ہے راج
وہ قتلِ عام جو کرتے ہیں اہلِ سنت کا
غضب ہے کوئی نہیں ان کو پوچھنے والا!
ہے لکھنؤ کی زمیں کس بلا بنی کئی بار
ہے لکھنؤ میں بپا یہ قیامتِ صغریٰ
ہے مدحِ جرم اور اس کی سزا ہے قید و قتال
کریں نہ اہلِ تشیع کی وہ حمایت کیوں!
ہے لکھنؤ میں محرم، الہ آباد میں عمید
خموش اس پہ ہیں پنجاب کے ادارے کیوں؟
یہ لکھتے کیوں نہیں اس ظلم و جور پر مضمون
یہ مُردنی، یہ جمود و سکوت، واویلا
انہیں خبر نہیں کیا اس کی قدر و قیمت ہے
تھی قدح والوں کو رخصت گرفتِ مدح پہ تھی
یہ یادگار حسین منار ہے ہیں جو لوگ
بنی ہے مدحِ صحابہ پہ بھی مدحِ شمر و یزید
جلوسِ مدح کبھی بند ہو نہیں سکتا!
یہ بیگناہ شہیدوں کا رنگ لائیگاخوں

خدا گواہ کہ علامہؒ زماں ہیں تاج

لے عمارت

نہ مانے ان کو کوئی کنجڑا۔ دوم۔ تنہولی !!

تاریخِ عرب

اسلام سے پہلے عورت کی حالت

مصر - بابل میں عورتوں کی وہی حیثیت تھی۔ جو کھلونوں کی ہوتی ہے۔ مصری اور بابل اپنی بیویوں کو منجملہ اسبابِ تعیش تصور کرتے تھے۔ وہاں مردوں کو کھلی اجازت تھی کہ اگر وہ چاہیں تو ایک سے زیادہ غیر محدود عورتوں کے ساتھ شادی کر لیں۔ بعض امرا کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے حرم میں بیٹیاں عورتیں رکھتے تھے۔ اور جب کوئی عورت حسن و شباب ڈھل جانے کے باعث ان کے دل سے اُتر جاتی تھی تو وہ اسے قتل کر کے اس کی خالی جگہ کسی اور جوان اور خوبصورت عورت سے پُر کر لیتے تھے۔

تیس تیس بیویاں

قدیم ایرانیوں کی ہوس پرستی بدنام جہاں ہے ان کے نزدیک عورت کی تخلیق ہی اس غرض سے ہوئی تھی کہ وہ مرد کی نفسانی خواہش پوری کرے۔ ایران میں عورت کو کوئی وقیع درجہ حاصل نہ تھا۔ وہاں ہر دولت مند بیس بیس اور تیس تیس بیویاں رکھتا تھا۔ اور اس امر کا اندازہ کرنے کے لئے ایرانیوں نے عورتوں پر اس قدر ظلم روا رکھا کہ صرف اس قانون کا حوالہ دینا کافی ہے۔ جو مزدک نے چھٹی صدی عیسوی میں نافذ کیا تھا۔ اس قانون کا منشاء یہ تھا کہ قلمرو ایران میں عورت کی وہی حیثیت متصور ہے جو عام املاک کی ہوتی ہے۔

دین لکھتا ہے کہ مخلوقات عالم میں انسان بدترین مخلوق ہے۔ غالباً انسان سے اس کی مراد اس طبقہٴ انسانی سے ہے۔ جسے عرف عام میں مرد کہتے ہیں۔ کیونکہ ازمنہ قدیم سے لے کر زمانہٴ حال تک جس قدر کتا ہیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں انسان سے مراد مرد ہی مفہوم ہوتا رہا ہے۔

تہذیب میں وحشت

دین نے جو رائے قائم کی ہے۔ اس کی صحت کے ثبوت میں وہ تاریخِ تہذیب انسان کا سارا مواد پیش کر کے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انسان نے تہذیب میں بھی وحشت ترک نہیں کی۔ اور اس کی جنگجو یا نہ ذہنیت جواب سے ہزار ہا سال پیشتر تھی۔ اب بھی ویسی ہی چلی آتی ہے۔

مردوں کے مظالم

زمانہٴ قدیم میں مردوں نے عورتوں پر جو مظالم روا رکھے ہیں وہ صفحہٴ تاریخ سے کبھی محو و منفق نہیں ہو سکتے۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرانس اور امریکہ جیسے تہذیب ملکوں میں بھی جہاں جمہوری حکومت ہے۔ عورتوں کو حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے تو ہمیں مردوں کی ذہنیت پر سخت افسوس ہوتا ہے۔

نئی بیوی کی خاطر پرانی بیوی کا قتل

ایک عورت کے کئی کئی خاوند

سپارٹا میں دستور تھا کہ لڑکیاں اور ایسی عورتیں جو تندرست اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہوتی تھیں تلوار کے گھاٹ اتار دی جاتی تھیں۔ یہ عمل مدت تک جاری رہا۔ اور اس لئے قدرتی طور پر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد بہت کم رہ گئی اور لوگوں میں بیویوں کا عارضی طور پر لین دین رواج پذیر ہو گیا۔ کچھ زمانے تک تو مرد اس طریق سے کام چلاتے رہے مگر آخر کار وہ قطعاً ناکام ثابت ہوا۔ اور ایک عورت کئی کئی مردوں کے نکاح میں آنے لگی۔

بیویوں کی خرید و فروخت

ایتھنز میں عورت ایک قابل خرید و فروخت شے سمجھی جاتی تھی۔ اور وہاں کے باشندے پہلی بیوی کو فروخت کر کے دوسری بیوی خرید لیتے تھے۔ قدیم یونانی تہذیب میں بہت مشہور ہیں لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ وہ تہذیب کے منتہائے کمال پر پہنچ جانے کے باوجود عورت کو انسانی مذہب دینے سے قاصر رہے۔ وہ عورتوں کو ایک قسم کا خطرہ یا لعنت تصور کرتے تھے اور ان کی نظر میں اگر عورتوں کی کچھ عزت تھی تو وہ فاحشہ عورتوں کی تھی اور غالباً یہی سبب تھا کہ تعلیم اور تہذیب کو صرف فاحشہ عورتوں تک محدود رکھا جاتا تھا۔

بیوی کے قتل کا قانونی جواز

رومیوں کے ہاں عورت کا درجہ بہت پست تھا۔ رومہ میں کنواری لڑکی باپ یا قریبی رشتہ داروں کی تالیق فرمان رہتی تھی۔ اور شادی ہو جانے کے بعد مع اپنے تمام مال و اسباب کے خاوند کے قبضے میں چلی جاتی

تھی۔ رومی قانون کچھ رو سے خاوند کو اپنی بیوی کے قتل کی بھی اجازت تھی۔ بشرطیکہ اس نے حسب ائم مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا ہو:-
۱، کسی شخص کو زہر دینا۔ ۲، کسی شخص کو شراب پلانا۔ ۳، کسی شخص کے بچے کو اپنا بیٹا یا بیٹی بنا لینا۔
رومہ میں عورتوں کو حقوق شہریت حاصل نہ تھے وہاں عورتوں کو نہ صرف شہادت دینے یا ضمان بننے کا اختیار نہ تھا۔ بلکہ وہ وصیت کرنے کی مجاز نہ تھیں۔ رومہ میں شادی کے لئے لڑکی کے باپ کی منظوری چاہتیں ضروری تھی۔ خواہ وہ دیوانہ اور فاجر لڑکھنوا ہی ہو۔

بیوی کا مشورہ قابل پذیرائی نہ تھا

چین میں عورتوں کو بہت ذلیل سمجھا جاتا تھا چنانچہ چینی حکماء نے اس سلسلے میں مردوں کو جو مشورہ دیا ہے ان کا مفہوم مختصر اور سادہ الفاظ میں یہ ہے۔ کہ اپنی بیوی کا مشورہ بغور سنو۔ مگر جب عمل کرنے کا وقت آئے تو اس کے خلاف چلو۔ گویا چینوں کے نزدیک بیوی کا مشورہ کسی حالت میں بھی قابل پذیرائی نہ تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قدیم چینوں کے نزدیک عورت کی حیثیت کس قدر بے وقار تھی۔

عورت پر کتے بلی کو ترجیح

روس میں عورتوں کے ساتھ کبھی اچھا لاک نہیں کیا گیا۔ وہاں عورتیں کتوں اور بلیوں سے بھی بڑے سمجھی جاتی تھیں۔ روس میں مثل مشہور ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دس عورتوں کے قاب میں صرف ایک روح ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر دس عورتوں کا قتل ایک عورت کے قتل کے برابر تھا۔

عورتوں کو زد و کوب

سپین کے باشندے عورتوں کو ایک قسم کا خطرہ تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قدیم لٹریچر میں عورتوں کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ ان کا قول تھا کہ ہمیں اپنے آپ کو عورتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے جملہ احتیاطی تدابیر عمل میں لانی چاہئیں اور بالخصوص حسین اور شیرین رو عورتوں کے سایہ تک سے بچنا چاہئے۔ اہل اطالیہ بھی عورتوں کو بہت بُرا سمجھتے تھے ان کا خیال تھا کہ جس طرح ہر اچھے بُرے گھوڑے کو چلا کے لئے چابک لگانا ضروری ہے اسی طرح ہر اچھی بُری عورت کو زد و کوب کرنا ایک امر ناگزیر ہے۔

عورتوں کیلئے عبادت ممنوع تھی

جاپان قدیم میں عورتوں کی ولت کی کوئی حد نہ تھی وہ صرف خانگی اور مجلسی معاملات میں کوئی دخل نہ دے سکتی تھیں۔ بلکہ ان کے لئے خدا کی عبادت کرنا ممنوع تھا۔ وہ گھر بھر میں سب سے پہلے جاگتی۔ اور سب سے پہلے سوتی تھیں۔ اور سب گھر والوں کو خوش رکھنا ان کا فرائض اولین میں داخل تھا۔

مال کو بیوی بنا لیا جاتا تھا

عرب میں عورتوں پر جس قدر ظلم ہوا ہے اس قدر شاید کسی اور ملک میں نہیں ہوا۔ عرب کے باشندے لڑکی کی ولادت کو اپنے خاندان کے لئے فال بد تصور

کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا تھا۔ مرد کے مرنے پر اس کی بیوی دیگر املاک کے ساتھ اپنے بیٹے کے ورثے میں چلی جاتی تھی۔ اس کا بیٹا اسے اپنی بیوی بنا لیتا تھا۔ زمانہ جاہلیت کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ عرب معصوم بچیوں کو بتوں کے قدموں پر قربان کر دیتے تھے۔ اور یتیم الطرفین لڑکیاں اپنے ولیوں کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کی جاتی تھیں۔ کثرت ازدواج کی تو کوئی حد ہی نہ تھی۔ اور بقول علامہ ابن خلدون ایک زمانے میں ایک عورت کئی کئی مردوں کی بیوی بن کر رہتی تھی۔

زنا جرم نہ تھا

برہمن میں عورتوں کو گھر کے سامان میں شمار کیا جاتا تھا۔ اور وہ مردوں کے کرنے کے سارے کام کرتی تھیں وہاں زنا داخل جرم نہ تھا۔ اور جب کوئی شخص کسی شخص کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ تو اس غرض کے لئے اپنی بیوی بہن یا بیٹی کو جو زیادہ خوبصورت ہوتی تھی اس کے پاس بھیج دیتا تھا۔ ایک صاحب جو مدت تک برہمن میں مقیم رہنے کے بعد اپنے وطن (صوبہ پنجاب) میں آئے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ برہمن میں شکریہ ادا کرنے کا ”طریق مخصوص“ اب تک رائج ہے۔ مگر ہم ذاتی طور پر اس بیان کی صحت کے ذمہ دار نہیں۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدم تعمیل معاف۔ (میجر)

علم حدیث اور حضرات محدثین

آج سے چند سال قبل میری درخواست پر حضرت مولانا ابوالماتر حبیب الرحمن صاحب اعظمی (مؤلف اعظم گڈھ) نے منکرین حدیث کے ملحدانہ اعتراضات کے جواب میں ایک فاضلانہ کتاب "نصرۃ الحدیث" کے نام سے تصنیف فرمائی تھی۔ جو علمی حلقوں میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی حال ہی میں مدرسہ منقح العلوم مؤلف اعظم گڈھ نے اس قیمتی کتاب کو دوبارہ طبع کرایا ہے۔ جس پر خود فاضل مصنف نے ایک بصیرت افروز مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ مولانا ممدوح نے اس مقدمہ کا ایک حصہ کتاب کی اشاعت سے قبل یعنی الحجۃ ۱۳۶۱ھ کو نقل کر کے "شمس الاسلام" کے لئے ارسال فرمایا تھا لیکن افسوس کہ ہم اس کو جلد شائع نہ کر سکے۔ ہم اس قابل قدر مضمون کو آج بعد شکریہ ذیل میں درج کرنے کا شرف حاصل کرتے ہوئے مولانا موصوف سے اس غیر معمولی تاخیر کے لئے معذرت چاہتے ہیں اور ناظرین شمس الاسلام سے پرہیز و سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس مفید ترین کتاب کی توسیع اشاعت میں زیادہ زیادہ حصہ لے کر دین کی خدمت انجام دیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔ کتاب مذکور کا اشتہار اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔ (قاسمی عفا اللہ عنہ)

ہوتی تھیں کہ گویا ہمارے دلوں میں بودی گئی ہیں۔
(مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۱۶۱)

حضرت معاویہؓ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں فرض غزول کے بعد مسجد میں صحابہ کرام بیٹھ جاتے اور قرآن پاک اور احادیث نبوی کا ذکر کیا کرتے تھے (مستدرک جلد ۱ ص ۹۴)

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام جب کہیں بیٹھتے تھے تو ان کی گفتگو کا موضوع فقہ یعنی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیثیں ہوتی تھیں۔ یا پھر یہ کہ کوئی آدمی قرآن پاک کی کوئی سورہ پڑھے یا کسی سے پڑھنے کو کہے (مستدرک ص ۹۴) دُور کرنے کے علاوہ انفرادی طور پر حدیثوں کو

حفظ حدیث کا اہتمام بلیغ

عہد نبویؐ عہد نبوی میں حدیثوں کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ اہتمام تھا کہ صحابہ حدیثوں کا "دور" کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حدیثیں سنتے رہتے تھے۔ جب آپ مجلس سے اٹھ جاتے تو ہم آپس میں حدیثوں کا دور کرتے تھے ایک دفعہ ایک آدمی کل حدیثیں بیان کر جاتا۔ پھر دوسرا۔ پھر تیسرا بسا اوقات ساٹھ ساٹھ آدمی مجلس میں ہوتے تھے اور وہ ساٹھوں باری باری سے بیان کرتے تھے۔ اس کے بعد جب ہم اٹھتے تھے تو حدیثیں اس طرح ذہن نشین

ابن ماجہ و دارمی۔

صحابہ کے حالات سے جو لوگ باخبر ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل اور اس دعائیں اپنے گوشاں کرنے کے لئے انہوں نے ہرگز کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا ہوگا۔

عہد صحابہ { عہد صحابہ میں بھی حدیثوں کو ازبر کرنے کا بیش از پیش اہتمام تھا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے شاگردوں کو براہریا دکر نے کی تاکید کرتے رہتے تھے اور محفوظ رکھنے کی تدبیر بھی بتایا کرتے تھے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی فرماتے تھے :-

تذکرہ الحدیث | حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ
لا ینفعلت منکم (دور) کیا کرو ایسا نہ ہو
(دارمی ص ۵۸) کہ تمہارے ہاتھ سے نکل جاوے

(۲) یہ بھی فرمایا کرتے تھے :-

ردو الحدیث واستذکرہ | حدیث کلابار بار پڑھ کر
فانہ ان لہ تذکرہ | دہرایا کرو اور اس کو
ذہب - (دارمی ص ۵۸) مستحضر کرو اگر اس طرح
یاد نہ کرو گے تو جاتی رہیگی

(۳) ان کو یہ تاکید بھی تھی کہ ہر روز کچھ حدیثیں بیان کیا کریں۔ فرماتے تھے کہ کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ابھی تو کل بیان کیا ہے۔ لہذا آج نہ بیان کرونگا نہیں آج بھی بیان کرو اور پھر کل (آئندہ) بھی بیان کرنا۔

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی بھی آپس میں حدیث کے مذاکرہ کی تاکید کیا کرتے تھے (دارمی ص ۵۸) و مستدرک جلد ۱ ص ۹۶) بلکہ وہ اس باب میں اتنے سخت تھے کہ شاگرد اگر درخواست کرتے کہ حدیثیں لکھوا دیجئے تو انکار کر دیتے تھے۔ اور فرماتے

ازبر کرنے کا بڑا اہتمام تھا اور جن کو کوشش کرنے کے باوجود حدیثیں یاد نہ ہوتی تھیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کرتے تھے۔ اور پوچھتے تھے کہ حدیثوں کو محفوظ رکھنے کی کیا تدبیر کریں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اور حضرت انس رضی کے بیان سے اوپر (زیر عنوان عہد نبوی میں حدیث کی کتابت) معلوم ہو چکا ہے۔ نیز ابو ہریرہ رضی کا یہ بیان بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ حدیثوں کو میں صرف دل سے یاد کیا کرتا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی ازبر کرنے کے ساتھ لکھتے بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی کا بیان مسلم جلد ۱۰ ابن ماجہ ص ۵۸ وغیرہ میں ہے :-
کنا نحفظ الحدیث یعنی ہم حدیثیں یاد کرتے تھے۔

اس قسم کے مزید واقعات نقل کر کے بات کو طول دینے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ صرف ایک بات لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو تاکید یہی حکم تھا کہ جو لوگ میری مجلس میں حاضر ہوں وہ غیر حاضرین کو میری حدیثیں ضرور پہنچا دیں (بخاری جلد ۱ ص ۱۶) نیز ان لوگوں کے حق میں ترو تازگی و سرسبزی کی دعا فرمائی تھی۔ جو آپ کی حدیثوں کو سن کر خوب اچھی طرح یاد کر لیں۔ اور پھر اس کو بحسنہ و دوسروں تک پہنچا دیں۔

نضر اللہ عبد اسمع مثلاً | اللہ تعالیٰ اس بندہ کو
(وفی روایتہ حدیثا کما | سرسبز (خوش) رکھے جو
فی الدارمی ص ۵۸) | میری کوئی حدیث سن
دوعاھا ماداھا (وفی | کر یا دکر لے اور خوب
روایتہ فیبلغہ دارمی ص ۵۸) | سمجھ لے پھر اس کو جس
کما اسمع مشکوٰۃ مثلاً بحوالہ | طرح سنائے۔ اسی
احمد ترمذی - ابوداؤد - | طرح دوسرے تک پہنچا دے

دارمی ص ۱ میں ہے کہ زہری عشا کی نماز کے بعد حدیث کا مذاکرہ کرنے بیٹھتے تو صبح تک یہ مشغلہ جاری رہتا۔ دارمی میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ تم لوگ آپس میں ملتے رہتے ہو اور کہیں ایک جگہ بیٹھ کر حدیث کا مذاکرہ بھی کرتے ہو؟ شاگردوں نے جواب دیا کہ ہم کو تو اس کا اتنا اہتمام ہے کہ ہمارا کوئی ساتھی کبھی غائب ہو جاتا ہے تو اگر وہ کوئی آخری سرے پر بھی ملتا ہو تو وہیں جا کر اس سے ملتے ہیں (ص ۹)

عبداللہ بن مسعودؓ صحابہؓ کے بعد تابعین کا دور آیا تو وہ بھی اپنے شاگردوں کو حدیثوں کو حفظ کرنے کے لئے دور اور مذاکرہ کی ہدایت کرتے رہے چنانچہ دارمی میں عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ زہری اور علقمہ کی وہ ہدایات قریب قریب صحابہ کے مذکورہ بالا الفاظ میں منقول ہیں۔

انہی تاکیدوں کا نتیجہ تھا کہ حارث بن یزید عکلی قعقاع بن یزید مغیرہ اور فضیل عشا کی نماز کے بعد مذاکرہ کرنے کے لئے بیٹھتے تو صبح ہی کو یہ مجلس برخاست ہوتی تھی (دارمی ص ۱ تہذیب ج ۱ ص ۲) یونس کا بیان ہے کہ جب ہم حسن بصری کے پاس سے حدیثیں سن کر اٹھتے تھے تو آپس میں اس کا دور اور مذاکرہ کرتے تھے۔ (دارمی ص ۱)

اسماعیل بن رجاء کا دستور تھا کہ کوئی نہ ملتا۔ تو مکتب کے لڑکوں کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے حدیثیں بیان کرتے۔ تاکہ حدیث کی مشق میں ناغہ نہ ہو۔ اور بھولنے نہ پائیں (دارمی ص ۱ تہذیب ج ۱ ص ۲۶) حفظ حدیث کے لئے صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین کا یہ غیر معمولی اہتمام آپ نے ملاحظہ کیا اس کے ساتھ اس تاریخی حقیقت کو بھی پیش نظر رکھئے کہ

تھے کہ جس طرح ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں کو سن کر حفظ کیا ہے تم بھی حفظ کرو (دارمی ص ۵) حضرت علی مرتضیٰؓ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے

تد اکر والحدیث | حدیثوں کو باہم یاد کیا
فانکم الا تفعلوا یندرس | کرو اس لئے کہ ایسا نہ
(مستدرک ج ۱ ص ۹) | کرو گے تو حدیث مٹ جائے گی۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی سخت تاکید تھی کہ تد اکر والحدیث | حدیثوں کا مذاکرہ کرتے
فان ذکر الحدیث | رہو کہ یہی اس کے بقا
حیاتیہ۔ | کا سامان ہے۔
(مستدرک ج ۱ ص ۱۱ و دارمی ص ۱۱)

(۷) حضرت علیؓ کا ارشاد ہے

تذاو سوا و قد استرا | ایک دوسرے سے ملتے
الحدیث ولا تترکوا | رہو اور باہم حدیث کا
یئد سس۔ | مذاکرہ کرتے رہو۔ اسکو
(دارمی ص ۱ و کنز العمال ج ۵ ص ۲۲) | چھوڑ نہ دو کہ فنا ہو جائے

صحابہ کرام کے شاگرد اپنے اساتذہ کے ان احکام کا پورا احترام کرتے تھے۔ اور حدیثوں کے مذاکرہ سے کبھی غافل نہیں رہتے چنانچہ دارمی ص ۱ اور تذکرہ ص ۱۱ میں عطاء کا بیان ہے کہ جب ہم حضرت جابرؓ کے پاس سے حدیثیں سن کر اٹھتے تھے تو باہم مذاکرہ کرتے تھے ہمارے ہم سبقوں میں ابو زہرہؓ کا حفظ سب سے اچھا تھا ان کو سب سے زیادہ حدیثیں یاد ہوتی تھیں۔

مستدرک ج ۱ ص ۹ میں ابن بربیدہ کا بیان ہے کہ ہم مسجد میں نماز کے بعد بیٹھ جاتے اور احادیث نبویہ کا مذاکرہ کرتے۔

تھا (تذکرہ ج ۱ ص ۳۲)

(۲) تابعین میں ایک مشہور و معروف مفسر اور حافظ حدیث قتادہ ہیں۔ ان کی نسبت امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ قتادہ جو کچھ سن لیتے تھے ان کو یاد ہو جاتا تھا ان کے سامنے ایک دفعہ حضرت جابر بن کا صحیفہ (یعنی حضرت جابر بنی کی روایت کی ہوئی حدیثوں کا مجموعہ) صرف ایک دفعہ پڑھ دیا گیا۔ ان کو کل یاد ہو گیا۔ خود قتادہ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی کسی استاد سے دہرانے کی خواہش نہیں کی۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی چیز میرے کان میں پڑے اور وہ میرے دل میں نہ بیٹھ جائے (تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱)

(۳) ایک نہایت جلیل القدر تابعی امام شعبی ہیں وہ ایک دن آنحضرت کے غزوات کے واقعات بیان کر رہے تھے اتفاق سے عبداللہ بن عمر (صحابی) کا ادھر سے گزر ہوا۔ اور انہوں نے شعبی کا بیان سنا تو فرمایا کہ باوجودیکہ میں ان غزوات میں خود شریک تھا۔ لیکن شعبی کو مجھ سے زیادہ واقعات یاد ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ باخبر ہیں (تذکرہ ص ۱۱) شعبی خود کہتے تھے کہ میں نے کبھی کوئی چیز کبھی نہیں لیکن حافظ ایسا ہے کہ کسی نے کوئی حدیث بیان کی تو اس کو بھولا بھی نہیں اور یہ بھی نہیں ہوا کہ کبھی میں نے استاد سے دوبارہ بیان کرنے کی خواہش کی ہو (تذکرہ ج ۱ ص ۱۱)

یہ بھی فرماتے تھے کہ مجھے اشعار ہر چیز سے کم یاد ہیں تاہم اگر میں تم کو اشعار سنانا شروع کروں تو ایک ہمدینہ تک کوئی شعر مکر نہیں سناؤں گا۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۱)

(۴) ابوصالح کاملہ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ اعمش نے ان سے ایک ہزار حدیثیں سنی تھیں۔

قدرت کی طرف سے ان حضرات کو کس قدر حیرت انگیز قوت یادداشت اور غیر معمولی حافظہ عطا ہوئے تھے جس کی نظیر آج مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے پس ان حالات اور واقعات کے باوجود یہ خیال قائم کر لیا کہ زبانی روایت پر دار و مدار ہونے کی وجہ سے حدیث کچھ سے کچھ ہو گئیں۔ انصاف کا خون یا تاریخی حقائق سے چشم پوشی اور نرمی وہم پرستی ہے۔

صحابہ و تابعین کا غیر معمولی حفظ

میں نے ابھی ابھی صحابہ و تابعین کی حیرت انگیز قوت یادداشت کا جو ذکر کیا ہے وہ محض خوش اعتقاد کی بنا پر نہیں ہے بلکہ واقعات کی روشنی میں پوری ذمہ داری کے ساتھ میں نے اس بات کو لکھا ہے۔ اسماء الرحال اور تذکرہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں پر تو میرے اس بیان کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہے لیکن جن کو یہ موقع نہیں ملا ہے انکے اطمینان و تشفی کے لئے چند تاریخی واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) صحابہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام کون نہیں جانتا مورخ اسلام حافظ ذہبی کی کتاب تذکرہ الحفاظ میں خود انہی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ تم مال غنیمت سے حصہ نہیں مانگتے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے علم کی دولت مانگتا ہوں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری چادر میرے جسم سے اتار کر بیچ میں پھیلا دی اور حدیثیں بیان کرنا شروع کیں فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ چادر کو اپنے سینے سے ملا لو۔ میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد سے میرا یہ حال ہو گیا کہ ایک حرف بھی آپ کی حدیث کا مجھ کو نہیں بھولتا

جیسا کہ خود اعمش کا بیان ہے (تذکرہ ج ۱ ص ۱۵۷)
 (۵) مکتول خود اپنی نسبت فرماتے تھے۔ کہ میں نے
 جو چیز اپنے سینے میں رکھ لی پھر جس وقت چاہا اسکو
 اپنے سینے میں موجود پایا۔ (تذکرہ ج ۲ ص ۲۱)
 (۶) زہری کا بیان ہے۔ کہ زہری سے ایک شخص
 نے حدیثیں لکھوانے کی درخواست کی۔ انہوں نے
 اس کو چار سو حدیثیں لکھوا دیں۔ ایک مہینہ کے بعد
 اس شخص سے پھر ملاقات ہوئی تو اس نے کہا وہ
 نوشتہ (جس میں چار سو حدیثیں لکھی تھیں) کھو گیا۔
 زہری نے دوبارہ وہ حدیثیں اس کو لکھوا دیں جب
 اس نے دونوں نوشتوں کا مقابلہ کیا۔ تو ایک حرف
 بھی فرق نہ تھا۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۱۵۸)

زہری کے بھتیجے کا بیان ہے کہ زہری نے صرف
 اسی راتوں میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا۔ خود زہری کا
 بیان ہے کہ میں نے کسی حدیث کے متعلق کبھی دوبارہ
 بیان کرنے کے لئے استاذ سے نہیں کہا۔ نہ کبھی کسی
 حدیث میں شک پیدا ہوا۔ صرف ایک دفعہ ایک حدیث
 میں شک ہوا تھا۔ مگر میں نے اس کی نسبت بھی اپنے
 ہم سبق سے پوچھا تو وہ اسی طرح تھی جس طرح میں
 نے اسے یاد کیا تھا۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۵۹)

تابعین کے بعد کے طبقے

صحابہ و تابعین کے بعد کے طبقوں میں بھی قوت
 یادداشت کی یہی فراوانی تھی۔ بلکہ ان طبقوں میں
 حافظہ کی بعض مثالیں پہلے سے بھی زیادہ حیرت انگیز
 ملتی ہیں۔

(۱) مغیرہ صبی (تابعی) کے حافظہ کا حال خود
 ان کے بیان کے مطابق یہ تھا۔ کہ جو بات ان کے
 کان میں پڑ گئی۔ اس کو پھر کبھی نہیں بھولے (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۰)

(۲) عمرو بن الحارث مصری (تابعی) کی نسبت
 ابو حاتم رازی کا قول ہے۔ کہ وہ اپنے زمانہ میں سب
 سے بڑے حافظ تھے۔ حافظہ میں ان کا ہمسر کوئی نہ
 تھا۔ اور ابن وہب کا بیان ہے۔ کہ میں نے ان سے
 زائد قوی حافظہ کا انسان نہیں دیکھا (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۱)
 (۳) سلمہ (تابعی) کا بیان ہے کہ میں نے چودہ
 برس کی عمر میں قتادہ سے جو حدیثیں سنی تھیں جو کچھ
 اس وقت سنا تھا آج تک ایسا معلوم ہوتا ہے۔
 کہ میرے سینے میں لکھا ہوا ہے (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۲)
 (۴) شعبہ (تابعی) کو اتنی کثرت سے حدیثیں
 یاد تھیں کہ ابو داؤد طحاوی نے ان سے سات ہزار
 حدیثیں سنی تھیں۔ اور عند نے بھی اتنی ہی حدیثیں
 ان سے سنی تھیں۔ شعبہ کا اپنا خود بیان ہے کہ صرف
 ایک ابوالآزبیر سے سنی ہوئی مجھ کو سو حدیثیں ازبر ہیں
 (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۳ و ۱۶۴)

(۵) حماد ابن سلمہ (تابعی) کے پاس قیس بن سعد
 کی مرویات کے سوا کوئی حدیث لکھی ہوئی نہیں تھی۔
 بایں ہمہ یحییٰ بن الفریس کے پاس حماد سے سنی ہوئی
 دس ہزار حدیثیں تھیں۔ اور عمرو بن عاصم کا بیان ہے
 کہ میں نے حماد سے دس ہزار سے بھی زیادہ حدیثیں
 سُن کر لکھی ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۵)

(۶) سفیان ثوری کا بیان ہے میں نے اپنے سینہ
 کو (احادیث کی) جو امانت بھی سپرد کر دی اس نے
 کبھی خیانت نہیں کی۔ یحییٰ قطان کا بیان ہے کہ میں
 نے سفیان سے زیادہ حدیث کا حافظہ نہیں دیکھا
 (تذکرہ جلد ۱ ص ۱۶۶)

(۷) اسرائیل کا بیان ہے۔ کہ میں ابو اسحاق کی
 مرویات کو اس طرح یاد رکھتا تھا جیسے قرآن کی سورتوں
 کو۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۱۶۷)

(۱۵) ابو معاویہ نامینا تھے اس کے باوجود علی بن المدینی کا بیان ہے کہ میں نے ان سے ڈیڑھ ہزار حدیثیں سن کر لکھی ہیں۔ جریر کا بیان ہے کہ ہم اعمش کے پاس سے حدیثیں سن کر اٹھتے تھے تو باہم مذاکرہ کرتے تھے۔ ہم سب سے ابو معاویہ (نامینا) سے زیادہ کسی کو یاد نہ ہوتا تھا۔ خود ابو معاویہ کا بیان ہے کہ آنکھ والے لوگ اعمش کی مجلس میں میرے محتاج تھے۔ اعمش کے کل شاگرد میرے دروازے پر آتے تھے اور میں ان کی ساری سنی ہوئی حدیثیں بول دیتا تھا وہ لکھ لیتے تھے۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۷)

(۱۶) مروان بن معاویہ کو اپنی کل حدیثیں یاد تھیں (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۷)

(۱۷) ابن معین کا بیان ہے کہ حفص ابن عیاض نے بغداد اور کوفہ میں جتنی حدیثیں بیان کی ہیں سب اپنی یادداشت سے بیان کی ہیں۔ کتاب کبھی نہیں نکالی۔ اور تین چار ہزار حدیثیں ان کی یاد سے لوگوں نے لکھی ہیں (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۷)

(۱۸) ابن ہمدی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سفیان نے مجھ سے کہا کہ کسی محدث کو مذاکرہ کرنے کے لئے میرے پاس لاؤ۔ میں یحییٰ قطان کو ساتھ لے گیا۔ سفیان نے ان سے مذاکرہ کیا تو ہکا بکارہ گئے۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۷)

(۱۹) ولید بن مسلم کو بڑی لمبی لمبی حدیثیں اور ملائم کی پیش گوئیوں والی روایتیں خوب یاد تھیں ابواب بھی ان کو ازبر تھے۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۷)

(۲۰) احمد بن صالح کا بیان ہے کہ ابن وہب نے ایک لاکھ حدیثیں بیان کی ہیں (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۸)

(۲۱) امام احمد کا قول ہے کہ میں نے وکیع سے بڑھ کر کسی کو حافظ نہیں پایا۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ

(۸) ابن سعد کا بیان ہے کہ وہیب اپنی یاد سے حدیثیں لکھواتے تھے (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۱) باوجودیکہ ان کی روایات بہت زیادہ ہیں۔

(۹) ہشیم کے پاس بیس ہزار حدیثیں تھیں۔ ابن ہمدی کا بیان ہے کہ وہ سفیان ثوری سے بھی بڑھ کر حافظ حدیث تھے (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۲) ثوری کا حال اوپر پڑھ چکے ہو۔

(۱۰) داؤد صبی کا بیان ہے کہ اسماعیل بن عیاض کے ہاتھ میں نے کتاب کبھی نہیں دیکھی وہ اپنی یاد سے حدیثیں سناتے تھے۔ اور ان کو تیس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۳)

(۱۱) ابن عیینہ کے پاس سات ہزار کے قریب حدیثیں تھیں۔ اور ان سب کو وہ اپنی یاد سے بیان کرتے تھے۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۴)

(۱۲) ابن المبارک کے والد ایک دفعہ ان پر خفا ہوئے تو کہا کہ تیری کتاب میں پاکیا تو جلا دوں گا۔ ابن المبارک نے کہا اس سے کیا ہو جائے گا۔ وہ سب میرے سینے میں ہیں۔ علی بن الحسن بن شقیق کا بیان ہے۔ ایک رات ابن المبارک مسجد سے نکلے میں بھی ساتھ ہو لیا۔ دروازہ پر انہوں نے حدیث کا ذکر چھیڑ دیا۔ مذاکرہ کا سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ جب فجر کی اذان کے لئے موزن آیا تو ہم ابھی مذاکرہ ہی کر رہے تھے۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۵)

(۱۳) عیسیٰ بن یونس کو اپنی حدیثیں اس قدر یاد تھیں کہ فرماتے تھے ”اگر میری کتاب میں کہیں ایک واو بھی کوئی بڑا دے تو وہ مجھ سے چھپ نہیں سکتا“ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۵)

(۱۴) یحییٰ بن ایمان کو ایک مجلس میں پانچ سو حدیثیں یاد ہو جاتی تھیں۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۶)

(۳۰) علی بن الحسن بن شفیق ابن المبارک کی کتابوں کے سب سے بڑے حافظ تھے (تذکرہ جلد ۱ ص ۳۳)
(۳۱) سلیمان ابن حرب کی نسبت ابو حاتم کا بیان ہے کہ ان کی حدیثوں میں سے دس ہزار حدیثیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور میں نے ان کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی (تذکرہ ۱۰ ص ۳۵۵)

(۳۲) سعید ابن منصور المتوفی ۳۲۷ھ نے دس ہزار حدیثیں اپنی یاد سے لکھوائیں۔ جیسا کہ حرب کرمانی کا بیان ہے۔ (تذکرہ جلد ۲ ص ۵)
(۳۳) ابو زرعہ کا بیان ہے کہ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔

(۳۴) ابو داؤد خفاف کا بیان ہے کہ اسحاق بن راہویہ نے گیارہ ہزار حدیثیں اپنی یاد سے لکھوائیں پھر ان کو اپنی کتاب سے پڑھ کر سنایا تو نہ کہیں ایک حرف بڑا نہ گھٹا۔

(۳۵) امام بخاری کے حافظے کا حال حاشد بن سمہیل نے یوں بیان کیا ہے کہ بخاری ہمارے ساتھ حدیث سننے کے لئے محدثین کی مجلسوں میں جایا کرتے تھے تو لکھتے نہ تھے بہت دنوں تک ہم یہی دیکھتے رہے ان سے اس باب میں کچھ کہتے تو وہ کچھ نہ بولتے، ایک دن انہوں نے کہا تم لوگ مجھ کو بہت کہتے رہے لاؤ مجھ کو دیکھا تم نے اب تک کتنی حدیثیں لکھی ہیں۔ ہم نے دکھایا تو پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہماری بیاضیں ہم کو دیدیں۔ اور ان حدیثوں کو اپنی یاد سے زبانی سنا نا شروع کیا تو کل کی کل سنا دیں ان کی یادداشت اتنی درست تھی کہ ہم نے ان کی یاد سے اپنی بیاضوں کی غلطیاں ٹھیک کیں۔ اس کے بعد بخاری نے کہا کہ تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں اپنا وقت برباد کرنے کے لئے روزانہ

وکیع ابن المبارک سے بھی بڑھ کر حافظ تھے۔ ابو داؤد کا بیان ہے کہ وکیع کے ہاتھ میں حدیث بیان کرنے کے وقت کبھی کتاب نہیں دیکھی گئی (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۷)
(۲۲) وکیع کا بیان ہے کہ محارب بن لمبی حدیثوں کے بڑے حافظ تھے۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۸)

(۲۳) یزید ابن ہارون کا خود اپنی نسبت یہ بیان ہے کہ مجھ کو چوبیس ہزار حدیثیں سند کے ساتھ یاد ہیں اور وہ بھی اتنی پکی کہ ان میں کوئی ایک حرف بھی ملا تو جانوں۔ زیاد ابن ایوب کا بیان ہے کہ میں نے یزید کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۹)
(۲۴) زیاد ابن ایوب کا بیان ہے کہ ابن علیہ کے ہاتھ میں میں نے کبھی کتاب نہیں دیکھی۔ ابو داؤد کا بیان ہے کہ ابن علیہ سے حدیث میں کبھی بھول چوک نہیں ہوئی۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۲۹)

(۲۵) قواریری کا بیان ہے کہ ابن مہدی نے بیس ہزار حدیثیں اپنی یاد سے مجھ کو لکھوائیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن مہدی کے ہاتھ میں میں نے کبھی کتاب نہیں دیکھی (تذکرہ جلد ۱ ص ۳۰۲ و ۳۰۳)

(۲۶) محمد ابن عبید طناقی کی حدیثیں چار ہزار تھیں اور سب از بر تھیں (تذکرہ جلد ۱ ص ۳)
(۲۷) ابو داؤد طباطبائی کی یاد سے لوگوں نے چالیس ہزار حدیثیں لکھیں۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۳)

(۲۸) ابو احمد زبیری کے پاس سفیان ثوری کی احادیث کا بہت بڑا مجموعہ تھا فرماتے تھے کہ وہ مجموعہ پجوری ہو جائے تو مجھ کو اس کی کچھ پروا نہیں وہ سارے کا سارا مجھ کو یاد ہے۔ (تذکرہ جلد ۱ ص ۳۲۵)

(۲۹) ابو عاصم کو ایک ہزار کھری حدیثیں یاد تھیں اور ہمیشہ اپنی یاد سے حدیثیں بیان کرتے تھے۔ (جلد ۱ ص ۳۳)

آتا ہوں۔ (تذکرہ جلد ۲ ص ۱۳) مقدمہ فتح الباری ص ۵۶
خود بخاری فرماتے تھے کہ مجھ کو ایک لاکھ صحیح
حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح یاد ہیں (تذکرہ ج ۲ ص ۱۳)
و مقدمہ ص ۵۵

امام بخاری کا یہ واقعہ بھی نہایت مشہور ہے کہ جب
وہ بغداد گئے ہیں تو وہاں کے محدثین نے متفق ہو کر
ان کے حافظہ کا امتحان کرنا چاہا اور اس کی یہ صورت
تجویز ہوئی کہ سو حدیثیں چھانٹ کر ان کی سند و متن
کو الٹ پلٹ دیا گیا۔ اس کی سند اسکے ساتھ اور اس
کی اس کے ساتھ جوڑ دی گئی۔ پھر دس محدث چنے گئے
اور ان میں سے ہر ایک کو دس دس حدیثیں دی گئیں
کہ جب مجلس میں سب لوگ باطمینان بیٹھ جائیں تو ایک
آدمی آگے بڑھ کر ایک حدیث الٹی پلٹی سند و متن سے
پڑھ کر امام بخاری سے پوچھے کہ آپ کو یہ حدیث معلوم
ہے۔ اسی طرح دسوں حدیثوں کو پڑھ کر پوچھتا جائے
جب وہ فارغ ہو جائے تو دوسرا آگے بڑھے اسی طرح
دسوں آدمی پوچھیں یہ طے کر کے بخاری کو ایک مجلس
میں دعوت دے کر بلایا گیا اور بہت بڑا مجمع کیا گیا
اس مجمع میں طے شدہ تجویز کے مطابق جو لوگ مقرر
ہوئے تھے انہوں نے پوچھنا شروع کیا۔ بخاری نے
ہر سوال کے جواب میں کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا
جب وہ دسوں آدمی پوچھ چکے تو بخاری غیب سے پہلے
پوچھنے والے کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے پہلی
حدیث یوں پڑھی ہے حالانکہ وہ اس طرح پر ہے اور
دوسری حدیث کی سند یہ بیان کی ہے حالانکہ اسکی
سند یوں ہے اسی طرح فرداً فرداً ہر حدیث کی سند
و متن کی نسبت بیان کر گئے۔ اس وقت لوگوں کی
آنکھیں کھل گئیں۔ اور ان کے بے مثال حافظہ کے
قابل ہو گئے۔ (مقدمہ ص ۵۳)

(۳۶) امام ترمذی کی یادداشت کا یہ عالم تھا کہ ایک
دفعہ مکہ کے راستہ میں ان کو معلوم ہوا کہ فلاں محدث
آ رہے ہیں ترمذی نے اس سفر سے پہلے اس محدث
کی روایت کی ہوئی حدیثیں کسی شخص سے لے کر نقل
کر لی تھیں اور ان کا خیال تھا کہ وہ اجزاء ان کے
ساتھ موجود ہیں اس لئے چاہا کہ اس محدث سے وہ اجزاء
سن کر باقاعدہ سماع حاصل کر لیں۔ لیکن تلاش کیا تو
اجزاء سفر میں ساتھ نہ تھے۔ دل نے گوارا نہ کیا کہ یہ
سنہری موقع ہاتھ سے چلا جائے۔ اس لئے ایک
سادہ بیاض ہاتھ میں لے کر اس محدث کے پاس
حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کی کچھ حدیثیں میں نے ایک
شخص سے لے کر نقل کی ہیں آپ ان حدیثوں کو اپنی
زبان سے سنا دیجئے۔ انہوں نے قبول کر لیا۔ ترمذی
وہی سادہ بیاض ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئے اور محدث
نے وہ حدیثیں اپنی یاد سے سنانا شروع کیں اتفاق
سے محدث کی نظر بیاض پر جا پڑی دیکھا تو وہ سادہ
تھی۔ محدث نے خفا ہو کر کہ تم کو مجھ سے شرم نہیں آتی
ترمذی نے اس کے بعد قصہ سنایا اور کہا کہ اگرچہ وہ
اجزاء ساتھ نہیں ہیں مگر اس میں کی سب حدیثیں مجھ کو
زبانی یاد ہیں۔ محدث نے کہا اچھا سناؤ۔ ترمذی نے
مستل تمام حدیثیں سنا دیں۔ محدث نے پوچھا تم نے
اس کو رٹ لیا تھا۔ ترمذی نے کہا کہ نہیں۔ پھر کہا۔
آپ ان کے علاوہ دوسری سنا کر ابھی امتحان کر لیجئے
چنانچہ محدث نے اپنی مخصوص چالیس حدیثیں سنا کر
ان سے کہا کہ اب یہ حدیثیں تم سناؤ۔ ترمذی نے اسی
وقت اول سے آخر تک سنا دیں وہ محدث محو حیرت
ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے تم سا کوئی آدمی نہیں دیکھا
(تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۳۸۶ تذکرہ جلد ۲ ص ۱۸)
(۳۷) ایک شخص ابو زرہ کے پاس آیا اور کہا

توجہ ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی حدیثوں کی اشاعت و تبلیغ کے لئے بڑی بڑی تاکیدیں کی ہیں وہاں اس بات کی بھی نہایت سخت تاکید کی ہے کہ کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب نہ ہونے پائے اس لئے ابتدا ہی سے محدثین کا گروہ حدیثوں کی روایت کرنے میں بے حد محتاط رہا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس دُرسے کہ بیان کرنے میں کچھ کمی بیشی نہ ہو جائے بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۱ میں مذکور ہے۔

حضرت انس کا یہ حال تھا کہ جس حدیث میں انکو ذرا بھی شبہ ہو جاتا کہ یہ حدیث خوب اچھی طرح یاد نہیں ہے تو وہ اس کو بیان ہی نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بیان کرتا۔ (دارمی ص ۲۱)

امام ربانی محمد باقر کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو سب سے زیادہ اس بات کا اہتمام تھا کہ حدیث میں ذرہ برابر بھی کوئی کمی بیشی نہ ہو (تذکرہ ص ۳) چنانچہ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۲ میں ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے یہ حدیث بیان کی نبی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان والحج۔ حضرت ابن عمرؓ کے بیان کرنے کے بعد مجلس میں کسی شخص نے اس حدیث کو دہرایا تو یوں کہ دیا والحج وصیام رمضان حضرت ابن عمرؓ نے اس کو فوراً ٹوٹا اور فرمایا یوں نہیں بلکہ وصیام رمضان والحج میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

غور فرمائیے کہ باوجودیکہ معنی میں کوئی خرابی پیدا

کہ میرے منہ سے نکل گیا ہے کہ اگر ابو زرہ کو ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو میری بی بی کو طلاق۔ ابو زرہ نے کہا تمہاری بیوی مطلقہ نہیں ہوئی (یعنی مجھکو اتنی حدیثیں یاد ہیں) (تذکرہ جلد ۲ ص ۱۸۱) ابو زرہ فرماتے تھے۔ کہ ایک لاکھ حدیثیں مجھ کو اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی کو قفل ہوا اللہ یاد ہوتی ہے۔ (تہذیب جلد ۷ ص ۳۲)

نیز فرماتے تھے۔ کہ میں نے اپنے ہاتھ سے جو دفتر حدیثوں کے لکھے ہیں ان سے کسی کسی کو لکھے ہوئے پچاس برس ہو چکے ہیں اور اس وقت سے آج تک اس کو پھر دیکھا بھی نہیں ہے۔ بائیں ہاتھ میں ہر حدیث کی نسبت جانتا ہوں کہ وہ کس کتاب میں کس ورق میں کس صفحہ میں اور کس سطر میں ہے (تہذیب جلد ۷ ص ۳۳)

(۳۸) ابواللیث کا اپنی نسبت بیان ہے کہ مجھکو دس ہزار غیر مکرر حدیثیں یاد ہیں (تذکرہ جلد ۲ ص ۱۲۹) (۳۹) ابن عاصم کی کتابیں ایک ہنگامہ میں ضائع ہو گئیں تو انہوں نے اپنی یاد سے پچاس ہزار حدیثیں لکھ لیں۔ (تذکرہ جلد ۲ ص ۱۲۹)

(۴۰) خطیب کا بیان ہے کہ جزرہ ایک سال تک اپنی یاد سے حدیثیں بیان کرتے رہے اس لئے کہ کوئی کتاب ساتھ نہیں لی تھی۔ (تذکرہ جلد ۲ ص ۱۹۵) میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعات پڑھتے پڑھتے آپؐ آپ گھبرا گئے ہوں گے اس لئے اتنی مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ اس موضوع پر تو مستقل ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

روایت میں محدثین کی بنیظیر احتیاط

اس سلسلہ میں ایک اور چیز بھی بہت زیادہ قابل

احتیاط کا پاس و لحاظ ہو اس کی نسبت یہ خیال قائم کرنے کا تو کسی درجہ میں کوئی امکان ہی نہیں کہ اس نے جان بوجھ کر غلط تو درکنار کوئی مشکوک ہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کی ہوگی۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ جب احتیاط کا یہ عالم تھا۔ اور حدیثوں کی روایت سے بھی چارہ کار نہ تھا۔ تو لازمی طور پر حدیثوں کو یاد رکھنے اور ان کو بعینہ حفظ میں محفوظ رکھنے کا بھی انتہائی اہتمام ہوگا اس حالت میں بھول چوک سے بھی حدیثوں کا کچھ سے کچھ ہونا بعید از قیاس ہے۔

خصوصاً جبکہ تاریخ شاہد ہے کہ شروع ہی سے اس کا بھی اہتمام تھا کہ ایک شخص کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو مزید اطمینان کے لئے کوئی دوسرا اس کا موید تلاش کیا جاتا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲ میں مذکور ہے۔ کہ جب حضرت تمغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو پوتے کی میراث سے چھٹا حصہ دلوا یا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے دریافت کیا کہ اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو نقل کرنے میں تمہارا شریک ہے ؟ معلوم ہوا کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی اس کو جانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آکر شہادت دی تو حضرت ابوبکرؓ نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو انہوں نے حکم دیا کہ اس پر کوئی دوسری شہادت پیش کر و حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ انصار کے مجمع میں گئے اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگوں میں کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فلاں حدیث سنی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے

نہیں ہوتی تھی۔ پھر بھی جس ترتیب سے حدیث کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے اس میں یہ معمولی تغیر بھی ان کو گوارا نہ تھا۔

دارمی ص ۱۵ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایسا ہی ایک دوسرا واقعہ ایک دوسری حدیث کے باب میں مذکور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت تذکرۃ الحفاظ میں مذکور ہے:-

كان ممن يتحى في الاداء وليشد في الرواية ويزجر تلامذته عن التهاون في ضبط الالفاظ - (جلد ۱ ص ۱) ان کا شمار ان حضرات میں ہے جن کو ادائے حدیث میں بے حد احتیاط اور روایت کے باب میں بڑا تشدد تھا اور وہ اپنے شاگردوں کو الفاظ حدیث کے ضبط کرنے میں سستی پر بہت ڈانٹتے رہتے تھے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا جب بڑا پایا اس وقت کوئی شخص حدیث بیان کرنے کو کہتا تو فرماتے کہ اب ہم بوڑھے ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے (ابن ماجہ ص ۱۸) اسی احتیاط کا تقاضا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو ہدایت کیا کرتے تھے کہ جب تم حدیث کی روایت کرنے کا ارادہ کرو تو پہلے اس کو تین دفعہ دہرایا کرو۔ (دارمی ص ۱۵)

نیز اسی شدت احتیاط ہی کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بڑی تاکید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں کی روایت کم کی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ واقعات پڑھنے کے بعد آپ ہی انصاف سے کہئے کہ جس جماعت کو اس قدر

تو ایک مرد کے ساتھ دو عورتیں گواہ بنائی جائیں وہاں خود ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ دو عورتوں کو گواہ بنانے کے لئے اس لئے کہا کہ اگر ایک عورت بھولے بھٹکے گی تو دوسری عورت یاد دلا دے گی۔ ان تفضل اھد یبھما فتذکر احدھما الاخری (بقراءۃ)

حدیث کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے والے آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ قرآن پاک نے دوہو جانے کے بعد اس احتمال و شک کا کہ ممکن ہے دو بھی بھول جائیں اور دونوں کو سہو و نسیان ہو جائے قطعاً اعتبار نہیں کیا۔ اور اس پر غور کریں۔ کہ دو عورتوں کے باب میں ایسے شک و وہم کا قرآن نے اعتبار نہیں کیا۔ تو دو مردوں کے باب میں اس کا کب اعتبار ہو سکتا ہے جبکہ قرآن پاک کے اسی مقام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہر مرد اس باب میں دو عورتوں کے برابر ہے۔

ایک انصاری کو ساتھ لیا اور حضرت عمرؓ کے سامنے ان سے شہادت دلوائی۔ (مذکرہ جلد ۱ ص ۶) خود حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ایک حدیث کو بیان کرنا شروع کیا تو فرمایا کہ ڈر تو لگتا ہے کہ کوئی کمی بیشی نہ ہو جائے لیکن عمارؓ نے بھی اس حدیث کو میرے ساتھ سنا ہے اس لئے میں بیان کرتا ہوں تم عمار کے پاس آدمی بھیج کر ان سے بھی تصدیق کرا لو چنانچہ عمار کو بلا کر پوچھا گیا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کے بیان کی تصدیق و تائید کی۔ (ابوداؤد طیالسیؒ) ان واقعات کے ذکر کرنے سے مراد مقصد یہ ہے کہ جب ایک کے بیان کی دوسرے سے تصدیق کرانے کا بھی دستور تھا تو اس کے باوجود یہ خیال کرنا کہ صرف حافظہ پر مدار ہونے کی وجہ سے حدیثیں کچھ سے کچھ ہو گئی ہوں گی نرا وہم ہی وہم ہے۔ تنہا ایک آدمی کے بیان میں ایسا شک کیا بھی جاسکے تو دو ہو جانے کی صورت میں ایسا شک قطعاً درخور التفات نہیں ہے۔

بلکہ میں تو جرات کر کے یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ ایسا شکی مزاج انسان قرآنی تعلیمات کی رو سے یقیناً بے بہرہ ہے۔ قرآن پاک نے جہاں یہ تعلیم دی ہے کہ دو پسندیدہ مرد گواہ بنانے کے لئے نہ ملیں

یوم صحابہؓ۔ پنجاب میں بیسیوں مقامات پر ۱۲ ربیع الاول کو یوم صحابہ منایا گیا اور متعدد مقامات سے قراردادیں حکومت یوپی اور ڈسٹرکٹ جٹسٹرٹ لکھنؤ کو ارسال کی گئیں۔ حزب الانصار کی مجالس ماتحت۔ اور فوج محمدی کی جماعتوں نے خصوصیت سے اس تحریک کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ دفتر ذرا میں کثیر مقامات جلسوں کی روئدادیں موصول ہو چکی ہیں جن کے شائع کرنے سے بوجہ عدم گنجائش ہم معذور ہیں۔ - میخبر

وفات حشر ایت دلی رنج کیساتھ حضرت قبلہ میر محمد مظہر قیوم صاحب سجادہ نشین مکان شریفی کی وفات حشر ایت کی اطلاع درج کیجاتی ہے حضرت محمد میدان تصوف کے شاہ سوار ہوئے کے علاوہ اسلام کے مجاہد سپاہی بھی تھے آپ کے دل میں حقیقت اسلامی کا دیا جو جن اعتبار کاربکل ۲۵ روز علیل رہ کر ۱۳ ربیع الاول مطابق ۱۲ مئی ۱۹۴۲ء کو عالم بالا کی طرف حلت فرما گئے۔ اللہ وانا الیہ راجعون اللہ کریم آپ کو جو اجر رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور سپاہندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے ہمیں اس حادثہ میں سید محفوظ حسین صاحب اور سید منظور احمد صاحب دو دیگر سپاہیگان سے دلی ہمدردی ہو (مدیر) اطلاع حضرت قبلہ میر محمد مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چلیم ۸ مئی ۱۳۶۱ء کو بمقام مکان شریف منعقد ہوگا

ہمارے ماہرین سیاست کا رنایا قلابازیاں

(از جناب مولانا ابوالفضل عبدالحفیظ صاحب بلیادی رفیق ادارہ الفرقان بنگلہ)

کئے جاتے ہیں۔

اس کاوش کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ان خادمان قوم کے خلاف خدا خواستہ کوئی بد اعتمادی پھیلائی جائے۔ بلکہ علماء کے جو سیاسی دشمن ان کے خلاف مسلسل پروپیگنڈے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سیاست سے ناواقفیت کے الزام کو نت نئے رنگ میں آئے دن پیش کرتے رہتے ہیں۔ صرف انہی سے ہمیں عرض کرنا ہے۔ کہ غریب علماء کو تو آپ کی سیاست نہیں آتی لیکن جو آپ کے ماہرین سیاست ہیں ان کے سیاسی کارناموں اور قلابازیوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے اور اس کے بعد انصاف کیجئے۔

ہمارے یہ جدید تعلیم یافتہ حضرات کانگریس کی مسلم دشمنی جو کچھ بیان فرمائیں وہ مسلم، اسلام دشمنی کے لئے جو کچھ اس نے فریب کیا ہو وہ درست۔ مگر اپنا نام رکھنے اور اپنا مقصد بیان کرنے میں اس نے کسی فریب سے کام نہیں لیا۔ ملاحظہ ہو:-

بمبئی میں انڈین نیشنل کانگریس کا پہلا اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۸۸۵ء کو زیر صدارت مسٹر ڈبلیو سی بونر جی وکیل کلکتہ منعقد ہوا۔ جس میں بمبئی کے مشہور تاجر رحمت اللہ سیانی اور دوسرے مسلمان شریک ہوئے اس اجلاس میں کانگریس کے حسب ذیل مقاصد قرار پائے۔

۱۔ ہندوستان کی آبادی جن میں مختلف اور

موجودہ زمانہ کی سیاسی کشمکش نے ہمارے جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ایک بڑے اور نمایاں عنصر کو اس بات پر مجبور کیا کہ علماء کے خلاف محاذ قائم کریں۔ اس سلسلہ میں علماء کے جرائم کی جو فہرست تیار کی گئی ہے اس میں ایک نہایت اہم عنوان یہ ہے کہ ”علماء کو سیاست نہیں آتی“ یہ الزام ان حضرات کے نزدیک گویا ایک مسلم الثبوت قضیہ ہے۔ جو نظر و فکر کا بھی محتاج نہیں۔ اور ایک ایسا مفصل مقدمہ ہے جس کی کہیں اپیل نہیں۔

ہمارا یہ دعویٰ نہیں اور نہ بیچارے علماء اس کے مدعی ہیں کہ سیاست میں ان کی رائے غلط نہیں ہو سکتی البتہ یہ حقیقت ہے کہ جس وقت سے علماء کرام نے ملک کی آئینی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک ان کے رویہ میں جو یکسانی و ہمواری رہی ہے اس سے ان کی بصیرت کا اندازہ ضرور کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس ہم جدید تعلیم کے پیدا کئے ہوئے اپنے لیڈران کرام اور زعمائے عظام کے سیاسی فیصلوں پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس راہ میں انہوں نے بہت کم دوراندیشی اور دور بینی سے کام لیا ہے اور ان کے طرز عمل میں سخت اضطراب رہا ہے اور اس راہ میں انہوں نے اتنی ٹھوکریں کھائی ہیں کہ جن کا شمار بھی مشکل ہے۔

آج کی صحبت میں اس کے چند نمونے سپرد قلم

اجلاس سے قبل مسلمان کافی تعداد میں غالباً اس لئے نہیں آئے تھے کہ ابتداء میں کانگریس کے دعوت نامہ میں لکھا گیا تھا کہ ڈیلیگٹ انگریزی سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوں جس کی مسلمانوں میں کمی تھی۔ نیز کانگریس کی تمام کارروائی انگریزی زبان میں ہوتی تھی۔ جو مسلمانوں کی شرکت میں ایک رکاوٹ تھی تاہم مدراس کے اجلاس میں نمودار مسلمان شریک ہوئے تھے۔

(مسلمانوں کا روشن مستقبل طبع اول ص ۲۸۶، ۲۸۷)

وہی متحدہ قومیت والی کانگریس ہے۔

مگر یہ صدر کانگریس یہ آئریل میر ہایوں جاہ اور حاجی محمد عبدالشکور بادشاہ اور حامد علی خاں علیگ بیئر سٹریٹ لاء اور یہ علی گڑھ کے حافظ عبدالرحیم صاحب وکیل سب ماہرین سیاست ہیں کہ یہ سب جدید تعلیم یافتہ ہیں اور علماء بے چارے سیاست سے ناواقف ہیں اس لئے کہ انگریزی سے محروم ہیں۔

متحدہ قومیت کا ذکر آگیا ہے تو اس بارے میں انگریزی دانوں کے ابوالآباء ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب کا ایک ارشاد بھی سن لیجئے :-

قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو مسلمان عیسائی بھی جو اس ملک کے رہنے والے ہیں اس اعتبار سے سب ایک قوم ہیں جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں۔ تو ان سب کو ملکی فائدہ میں جو ان سب کا ملک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہئے۔

(مجموعہ لکچر سر سید ص ۱۶ بحوالہ مسلمانوں کا اشارہ ص ۴۳)

متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متحد و متفق کر کے ایک قوم بنانا۔

(۲) اور اس طرح جو ہندوستانی قوم پیدا ہو۔

اس کی دماغی اخلاقی اجتماعی اور سیاسی صلاحیتوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔

۲۸۱-۲۸۰

مسلمانوں کا روشن مستقبل طبع اول ص ۲۸۱-۲۸۰

آج دو قومیں نظر یہ بہت بلند آہنگی سے پیش کیا جاتا ہے۔ اور متحدہ قومیت کے خلاف آسمان وزمین کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ صحیح ہے یا غلط مگر متحدہ قومیت کے دعوے دار جماعت کے ساتھ

مشہور تاجر رحمت اللہ سیانی اور دوسرے مسلمان جو مولوی ٹائپ کے یقیناً نہیں تھے کہ اس وقت علماء کرام آئینی سیاست میں حصہ نہیں لیتے تھے اور سیاست میں حصہ نہ لینے کی وجہ سے ان کو جمود و خمود کا طعنہ دیا جاتا تھا۔ کانگریس میں شریک ہوتے ہیں حالانکہ اس وقت مسلم ماہرین سیاست کا متفقہ فیصلہ کانگریس سے اجتناب کا تھا۔ یا تو ان مسلم شرکاء کانگریس کو سیاست نہیں آتی تھی یا مخالفین کانگریس اس سے محروم تھے اور آگے بڑھتے :-

اب کانگریس کا وہ اجلاس ہوا جس کے صدر بمبئی کے مشہور مسلمان بدر الدین طیب جی تھے یہ اجلاس کرسمس ۱۸۸۷ء میں مدراس میں منعقد ہوا۔ آئریل میر ہایوں جاہ اس میں شریک ہوئے۔ اور پانچ ہزار روپیہ دیئے۔ اور دوسرے معزز مسلمان شریک ہوئے۔

جن میں حاجی محمد عبدالشکور بادشاہ اور حامد علی خاں علیگ بیئر سٹریٹ لاء لکھنؤ اور علیگڑھ کے حافظ عبدالرحیم صاحب وکیل تھے۔ اس

دوسرے الفاظ میں دنیا کی صحیح تقسیم اختلاف
 مل کی بنا پر ہو سکتی ہے نہ کہ اختلاف اقوام
 کی بنا پر اور اسلام نے دنیا کو اختلاف مل
 ہی کی بنا پر تقسیم کیا ہے۔ تاہم میں نے یہ
 بھی ظاہر کر دیا تھا کہ ہماری سیاسی ضرورت
 ہم کو بسا اوقات مجبور کرتی ہیں کہ ہم ایک
 مختلف الاجزاء مگر مشترکہ اور متحدہ قومیت
 کے قیام کے لئے کوشاں ہوں آج نہ صرف
 ہندوستان بلکہ مصر و شام فلسطین و عراق
 وغیرہ میں بھی اس کی سخت ضرورت ہے۔
 کہ مختلف ملتیں متحدہ اور مشترکہ ہو کر ایک
 قوم بن جائیں اور اپنے اپنے ملک کو غیر ملکیوں
 اور ایک غیر قوم کی غلامی سے آزاد کرائیں۔
 (مضامین محمد علی حصہ اول ص ۲۵۵)

ان اقتباسات کے نقل کرنے سے غرض قومیت
 کی حمایت نہیں بلکہ جو حضرات ان چیزوں کو مولوی کا گناہ
 بتاتے ہیں ان سے عرض کرنا ہے کہ اگر یہ گناہ ہے تو
 اس گناہیت کہ در شہر شام نیز کنند
 اب آئیے اس مشہور وفد کا حال سنئے جس کے
 متعلق مولانا محمد علی مرحوم فرماتے ہیں :-

اگر زمانہ جنگ کے برطانوی اخبار نویسوں
 کے فیشن کی تقلید کی جائے جو ہرات کے
 متعلق بعد میں یہ کہا کرتے تھے کہ اب اس کے
 اظہار میں کوئی قباحیت نہیں ہے تو ہم بھی
 کہہ سکتے ہیں کہ اب اس کے اظہار میں کوئی
 قباحیت نہیں کہ یہ وفد ”حسب الحکم“
 شملہ گیا تھا۔

(مضامین محمد علی حصہ اول ص ۲۵۲)

اس وفد کے لئے ایڈریس تیار ہوتا ہے اور سارے

اس سے بھی تیز سنئے۔ دوران سفر پنجاب میں
 ہندوؤں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-
 آپ نے بولفظ (اپنے لئے) ہندو کا استعمال
 کیا ہے وہ میری رائے میں درست نہیں۔
 کیونکہ ہندو میری رائے میں کسی مذہب کا
 نام نہیں بلکہ ہر ایک شخص ہندوستان کا
 رہنے والا اپنے تئیں ہندو کہہ سکتا ہے۔
 پس مجھے نہایت افسوس ہے کہ آپ مجھ کو
 باوجود اس کے کہ میں ہندوستان کا رہنے
 والا ہوں ہندو نہیں سمجھتے۔

(سفر نامہ پنجاب سرسید ۱۲۹۱ھ بحوالہ مسلمانوں کا ایشیاء)
 سنا آپ نے ایہ دیوبند یا سہارنپور کے کسی مولوی
 کا کہنا نہیں ہے بلکہ ارشاد ہے آئریبل سرسید احمد
 خاں صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا۔
 اب سے کچھ ہی دنوں پہلے ایک مشہور عالم دین نے
 متحدہ قومیت کے (صرف دفاعی متحدہ قومیت کے)
 حق میں اپنی رائے ظاہر کی تھی، ہمارے قارئین کو کم کو
 یاد ہو گا کہ عام جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے اس
 کے خلاف کیسا شور مچایا گیا۔ لیکن انہیں شور کرنے
 والے حضرات میں سے ایک ممتاز فرد ”مسلمانوں کا
 ایشیاء“ کے مصنف جناب مسٹر عبد الوحید خاں صاحب
 بی اے سرسید احمد خاں کے مندرجہ بالا اقوال نقل
 کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

ان الفاظ سے سرسید کی وسیع النظری
 وسعت قلب اور حب الوطنی کا کس قدر پتہ
 چلتا ہے۔

بسخت عقل زحیرت کہ اس چہ بولجیست

سرسید احمد خاں کو چھوڑیے اور سنئے کہ اسی بارے
 میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کیا فرماتے ہیں :-

مخون میں محض امی ہیں ہمارے یہ ماہرین سیاست ہی کچھ اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں کہ برطانوی نظام حکومت اور اسلام دونوں سے آن واحد میں وفاداری ممکن ہے؟

اسی وفاداری کے سلسلے میں ایک بات اور قابل غور ہے کہ آج جبکہ بہت ہی بلند آہنگی سے کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک ضابطہ حیات ہے جو سیاست و مذہب دونوں کو حاوی ہے اور جس میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں اور مسلمان بحیثیت مسلمان کے صرف اسی کا فائدہ ہو سکتا ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ یہ سب نظریئے صحیح ہیں مگر یہ ارشاد ہو کہ علی گڑھ والوں کا خطر لے امتیاز وہ نشان جس میں ہلال اور تاج دونوں ہیں اور غیریت سے تاج میں صلیب کا نشان بھی ہے کیا ان دونوں میں وفاداری نبھ سکتی ہے؟

اچھا اب مسلم لیگ قائم ہو چکی مگر ایک ماہر سیاست کی زبانی دوسرے ماہر سیاست کا حال سنئے:-

یہ عاجز مسلم لیگ کے بانیوں میں سے ایک ہے اور اسی نے (قائد اعظم) مسٹر جینا کو باصرار تمام مسلم لیگ کا ایک عضو بننے پر راضی کیا تھا اور انہیں لیگ میں ۱۳۱۷ء میں داخل کرایا تھا وہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی

سیاست سے بیزار تھے اور مسلمانوں کی مخصوص

سیاسی جماعت میں داخل ہونا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اور وہ میں اور میرے رفیق مسٹر

سید فوزی حسن صاحب سابق سیکرٹری

مسلم لیگ اور اب نج اودھ چیف کورٹ

ہی تھے جنہوں نے مسٹر جینا کا ع

کفر توڑا خدا خدا کر کے

لیکن جوں ہی ان کی محبوب کانگریس میں

صوبوں کے مسلمانوں کے منتپس نمائندے حاضر بارگاہ معلیٰ ہوتے ہیں اور کامیاب واپس آتے ہیں جس پر ہندوستان تو ہندوستان لندن میں بھی خوشی منائی جاتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی سیاست بھی تھی۔ مگر آگے روشن مستقبل کے مصنف کی زبان سے سنئے:-

اس وقت بھی ایسے مسلمان موجود تھے جو ان جزوی مفاد کی باتوں کو بیچ سمجھتے تھے۔ چنانچہ نواب سید محمد رئیس مدراس جو ابتدا سے کانگریس کے ساتھ تھے۔ اور جو آگے چل کر ۱۹۱۳ء میں کراچی کے اجلاس میں کانگریس کے پریذیڈنٹ ہوئے ان دنوں جبکہ ایڈریس مرتب ہوا شملہ میں موجود تھے مگر وہ باوجود اصرار کے اس ایڈریس پر دستخط کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اسی طرح اور مسلمان بھی اسی خیال کے تھے۔

(روشن مستقبل طبع اول ص ۲۵)

مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ سے انحراف کر نیوالے یہ نواب سید محمد صاحب رئیس مدراس یقیناً کوئی مولوی نہ تھے۔

اس وفد کے نتیجے میں ۳ دسمبر ۱۹۰۶ء کو نواب و قلعہ الملک مرحوم کی صدارت میں وہ سیاسی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی اس کے مقاصد میں سے مقصد ذیل قابل غور ہے:-

مسلمان ہند کے دل میں برٹش گورنمنٹ کی نسبت وفادارہ خیالات کو ترقی دینا گورنمنٹ

کی کسی کارروائی کے متعلق ان میں جو غلط فہمی

پیدا ہوا سے دور کرنا۔ (روشن مستقبل ص ۳۵)

یہ جلسہ یقیناً مولوی ملاؤں کا نہ تھا اور مسلمانوں

کی قومی انجمن کے لئے یہ شاندار مقصد ہمارے جدید

تعلیم یافتہ ماہرین سیاست نے طے کیا تھا ہم تو ان

گو یا جب تک کانگریس بقول مولانا محمد علی مرحوم
ہندو ادارہ تھا ہمارے قائد اعظم اسی سے وابستہ
رہے۔

اب آئیے لکھنؤ سکیٹ کا تماشہ دیکھیں جس میں
مسلم اقلیتوں کے صوبوں میں کچھ زائد نشستیں قبول
کر کے اکثریت کے صوبوں کو اقلیت میں تبدیل
کر دیا گیا۔ (آخر کار ٹھہری نہ سیاست جسکو مولوی
نہیں جانتا) بہر حال ملاحظہ ہو :-

دسمبر ۱۹۱۵ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے
اجلاس ممبئی میں منعقد ہوئے۔ کانگریس کے
پریذیڈنٹ ایک اعلیٰ خطاب یافتہ سرس
بی۔ سنہا اور لیگ کے صدر مسٹر منظر الحق
بیرسٹر بنے تھے۔ مسٹر جناح، حسرت موہانی
اور مسٹر منظر الحق نے ہندو مسلم مفاهمت کی
مدبرین کانگریس سے مشورہ کر کے پیش
کی چونکہ ۱۹۱۵ء کی نئی اصلاحات نافذ
ہونے والی تھیں اس لئے ہر دو فریق نے
کوئی باہمی سمجھوتے کی متفقہ اسکیم بنانے
کی کوشش کی اور آخر کار ایک کیٹی ریفرام
اسکیم پر غور کرنے کے لئے بنا دی گئی مولانا
محمد علی مرحوم اس وقت نظر بند تھے۔ اپنے
خطبہ صدارت کو کناڈا میں اس مفاهمت
کے متعلق آپ نے اپنے تاثرات کو اس
طرح قلمبند کیا ہے :-

مسٹر جناح کی موثر وکالت صدر نشین
لیگ کے زور بیان اور شمشیر بے نیام مسلمان
وطن دوست مولانا حسرت موہانی کی جرأت
و استقلال کی مجموعی طاقت سے آخر کار
وہ مفاهمت ہو ہی گئی جس کا ثمرہ اگلے سال

میں خود شریک ہوا وہ اس سے بیزار
ہو گئے۔ اور ع

میں کافر ہوا تو وہ کافر مسلمان ہو گیا

(مضامین محمد علی حصہ دوم ص ۲)

سنا آپ نے یہ ذکر خیر ہے آج کے قائد اعظم
مسٹر محمد علی جناح کا مولانا محمد علی کی زبان سے۔

الشا کبر اسلام لیگ ۱۹۰۶ء میں قائم ہوتی ہے
مگر ہمارے قائد اعظم اس میں شریک نہیں ہوتے اور
مسلمانوں کی سیاست سے بیزار رہتے ہیں اور مسلمانوں
کی مخصوص سیاسی جماعت میں داخل ہونا پسند بھی
نہیں فرماتے اور شرکت فرماتے ہیں تو اس ادارہ میں
جو اس وقت واقعی ہندو ادارہ تھا اور جس میں نسبت
اس وقت کے بہت کم مسلمان شریک تھے۔ ملاحظہ ہو :-

ہماری ملک دوستی اور وطن پروری کا
امتحان ۱۹۲۰ء سے شروع ہوا اور تین
چار سال ہی میں کانگریس والوں نے وہ
قربانیاں کیں جو اس سے پہلے ۳۳-۳۴
سالوں میں کبھی نہ ہوئی تھیں۔

یہی ایک فرق نہ تھا جو ابتدائی کانگریسوں اور
اس زمانے کی کانگریسوں میں تھا بلکہ حقیقت
بھی اب نمایاں ہو گئی تھی کہ پہلے کانگریس
فقط ہندو کانگریس تھی جس میں پہلی بار مسلمان
اور کچھ بھی بحیثیت ملتوں کے شامل ہو
گئے۔ (مضامین محمد علی جلد اول ص ۲)

بقول مصنف ”پاکستان اور ہندوستان“ مسٹر جناح
کی کانگریسی تھی۔ بلکہ کانگریس کے ترجمان تھے۔
قائد اعظم ۱۹۲۰ء میں کانگریس سے الگ ہوئے
ہیں۔ ص ۵

اور جوہ سے پھیلتی ہوئی تفریق رک نہ سکی
اگر مسلمانوں کو ہندوؤں کے دوش بدوش
رائے دینے کا حق بھی حاصل ہوتا جیسا کہ
۱۹۱۹ء تک انہیں حاصل تھا۔ تو کوئی
ہندو امیدوار بھی اس طرح مسلمانوں پر
نہ کرتا جس طرح ڈاکٹر مونچے اور ان کے
ہندو مہاسبجھا کے بہت سے ہمہو آج ان
پر وار کر رہے ہیں ناگپور کی طرف سے خود
صدر ہندو مہاسبجھا مسٹر ابھندر کے مقابلہ
میں صرف ۲۵ ووٹ سے جیت کر اسمبلی
کے ممبر بنے ہیں اگر مسلمانوں کو ۱۹۱۹ء
تک کی طرح اب بھی حلقہ ہائے انتخاب میں
رائے دینے کا حق ہوتا تو ڈاکٹر مونچے ہرگز
اس صفائی کے ساتھ مسلمانوں کی مخالفت
نہ کرتے اور اس طرح خم ٹھونک کر اکھاڑے
میں نہ اترتے۔

دوسری مہلک غلطی ۱۹۱۶ء کے لکھنؤ والے
میشاق میں یہ ہوئی کہ چند صوبوں میں زیادہ
نشستیں لینے کے لئے مسلمانوں نے ہر صوبہ
میں اپنے تنہا اقلیت میں رکھ دیا۔ اگر
دونوں ملتیں مساوی ہوتیں تو مخالفت
بڑھ جانے کے وقت جداگانہ حلقہ انتخاب کا
یہ اثر ہوتا کہ دونوں کی تلواریں انتخاب
کی سان پر چڑھائے جانے کے باعث پہلے
سے بھی زیادہ تیز ہوتیں۔ لیکن جب ایک
ملت کی اقلیت ہے اور دوسری کی اکثریت
تو جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب کا صرف یہی
اثر ہو سکتا تھا۔ کہ جو ملت اکثریت میں تھی
اس کا ڈنڈا اور کچی وزنی ہو جائے اور لوہے

لکھنؤ کے تاریخی میثاق کی شکل میں ملنے والا
تھا۔ (مسلمانوں کا اثبات ۱۹۵۹ء)
ایک ماہر سیاست کے تاثرات کو آپ نے ملاحظہ
فرمایا اب دوسرے ماہر سیاست کے اطمینان قلب
کو دیکھیے:-

یہ امر میرے لئے اور ہر محب وطن کے لئے نہایت
اطمینان بخش ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کی جماعتی
حیثیت کو ہندو جماعت کے لیڈروں نے تسلیم
کر لیا ہے اور اس کے ساتھ فراخ دلی کا برتاؤ
کیا ہے۔ انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا
مسلم لیگ کی کمیٹیوں نے گزشتہ نو مہینوں کے
میں مل کر جو عہد نامہ متفقہ فیصلہ سے کیا تھا وہ
اس کی بین دلیل ہے دونوں فرقوں میں چند
ایسے نفوس جن کا رضامند ہونا محال ہے اب
بھی ممکن ہے کہ کہیں موجود ہوں لیکن بحیثیت
مجموعی فرقہ دارانہ ابر کے خوف سے مطلع صاف
ہو گیا ہے اور مستقبل کے مناظر ان علامات
سے چمک اٹھے ہیں جو ہندوستان کے وفادار
فرزندان کے دل خوشی سے معمور کر دیتی
ہے۔

(خطبہ صدارت مسٹر محمد علی جناح بحوالہ مسلمانوں کا اثبات ۱۹۵۹ء)
اب اس تاریخی میثاق اور فرقہ دارانہ ابر کے خوف
سے مطلع صاف کرنے والے عہد و پیمان کی نوعیت
ملاحظہ ہو:-

منٹو مار لے اسکیم میں ان جداگانہ حلقہ ہائے
انتخاب کے علاوہ مسلمان عامر ملکی حلقہ ہائے
انتخاب میں شرکت کرتے تھے لیکن ۱۹۱۶ء
کے لکھنؤ کے میثاق نے اسے بالکل اڑا دیا
اور یہی وہ مہلک غلطی تھی جس کے باعث

رئیس و لیونشن منظور کرانے لگے جو میثاق لکھنؤ میں ترمیم و اصلاح کے طالب تھے اب ہر صوبے کی مسلم اکثریت کے لئے کم سے کم ۵۱ فی صدی اکثریت کا مطالبہ شروع ہوا مگر ہر صوبے کی مسلم اقلیت کے لئے اسی تحفظ کا تحفظ کیا جانے لگا۔ جو پنجاب اور پنجاب کی مسلم اکثریتوں کو مٹانے کے صلے میں باقی ماندہ صوبوں میں مسلم اقلیت کو عطا ہوا تھا۔

(مضامین محمد علی حصہ دوم ص ۱۹۲)

ہمارے قائد اعظم کا تیار کردہ میثاق ملی جس میں مسلم اکثریت کے صوبوں کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب آگے سنئے :-

باوجود میثاق لکھنؤ مکمل ہو جانے کے بعض مخصوص حلقوں میں یہ کوشش کی گئی کہ مسلمان اس سے ہٹ جائیں اس کے لئے ایک حجت تیار کی گئی مگر زمانہ کارنگ اس وقت ایسا بدلا ہوا تھا کہ خاص علی گڑھ کالج کے سیکرٹری نواب حاجی محمد اسحق خاں صاحب نیشنل جج اس میثاق ملی کے بڑے حامی تھے اور ان کے مقابلے میں دوسرا فریق جو علی گڑھ سے مخالفت کرنے آیا تھا کامیاب نہ ہو سکا۔ اور کانگریس مسلم لیگ کی متحدہ عرضداشت وزیر ہند کی خدمت میں پیش گئی۔

(روشن مستقبل ص ۳۵)

یہ دوسرا فریق جو علی گڑھ سے مخالفت کے لئے آیا تھا کیا علما کا تھا ؟

آئیے اب ایک اور تماشہ دیکھئے :-

مسلم لیگ کا گیارہواں اجلاس دسمبر ۱۹۱۸ء میں بمقام دہلی زیر صدارت آئرلینڈ مسٹر

سے منڈھ دیا جائے ، اور جملہ اقلیت میں تھی اس کا شیشہ اور بھی نازک تر ہو جائے۔ اور ایک ہی وار میں چور ہو جائے۔ لکھنؤ کے میثاق کی ایک ہی غلطی ملک و ملت دونوں کے نقطہ نظر سے مہلک تھی۔ لیکن اس دوسری غلطی نے تو ملت اسلامیہ کو ہلاک ہی کر ڈالا۔ اسی مضمون میں چند سطروں کے بعد ارشاد ہے :-

لکھنؤ کے میثاق نے بھی اگر مسلمانوں کے چند صوبوں میں ان کی آبادی کے تناسب زیادہ نمائندگی انہیں عطا کی تو یہ محنت خسروانہ تھی بلکہ اس حماقت کی قیمت تھی کہ بنگال اور پنجاب میں اس وقت کی مسلم لیگ نے مسلمانوں کی اکثریت کو ہندو کے ہاتھ بیچ دیا۔

(مضامین محمد علی حصہ دوم ص ۱۹۳)

یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ۱۹۱۶ء کا یہ میثاق مولویوں اور مانوں کا طے کیا ہوا نہ تھا بلکہ ہمارے چوٹی کے لیڈران کرام بقیادت قائد اعظم یہ سودا کرنے والے تھے۔

یہ ہیں ہمارے ماہرین سیاست کے کارٹلے مگر الزام یہ ہے کہ مولوی کو سیاست نہیں آتی ! اطمینان قلب کے بعد مسٹر جینا کی قلابازی بھی ملاحظہ ہو۔

جب ۱۹۱۹ء کے بعد مانٹیکو جیمز ڈاسکیم کے مطابق انتخابات ہوئے اور اکثریت کا اقلیت پر زور چلنے لگا تو انہیں مسٹر جینا نے جنہوں نے ہماری نظر بندی کے زمانے میں ہمارے مسلم لیگ سے لکھنؤ کے میثاق کو منظور کرایا تھا وہی اب اس کے خلاف اپنے مسلم لیگ سے لاہور علی گڑھ اور دہلی سے وہ

مسلم لیگ پر مبارکباد دی گئی اور خوشی منائی گئی۔
پھر ایک دوسرا سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ مولانا
محمد علی مرحوم کا احسان علماء پر جتایا گیا ہے کہ ان کو
حجروں سے باہر لانے والا یہی آخری مہاجر تھا۔
ملاحظہ ہو:-

اگرچہ روانگی سے چند ایام قبل تک وہ اپنی
تقریروں اور تحریروں میں برطانیہ کی پوری
مخالفت اور آزادی کی سب سے زیادہ
حمایت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ لیکن
ہندوستان کی مقتدر جماعت علماء نے جن
کو حجروں سے باہر لانے والا یہی آخری
”مہاجر“ تھا جو دشمن اور شرمناک مظاہرے
ان کے خلاف کیئے یقیناً ہندوستان کی
سرزمین میں اڑنے والا ایک ایک ذرہ ان
کی حرکتوں پر لعنت کر رہا ہوگا۔

(مسلمانوں کا ایثار ص ۱۲)

گوشہ نشینی سے نکل کر امور دنیوی و سیاسی میں
حصہ لینے والا قابل ملامت تو پھر حجروں سے باہر
نکلنے والا اور امور سیاسی میں ملوث کرنے والا کیا
ہوگا۔ اس پر کچھ ماہرین سیاست ہی روشنی ڈال
سکتے ہیں۔

میں اگر کچھ بھی کہوں گا تو شکایت ہوگی
اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ ۱۹۱۷ء کے اجلاس
مسلم لیگ میں علماء شرکت کرتے ہیں جس کا اقرار
مسلمانوں کا ایثار کے مصنف نے بھی صراحت پر کیا ہے
اور مولانا محمد علی مرحوم کی نظر بندی و اسیری سے رانی
۱۹۱۷ء میں ہوتی ہے مگر احسان جتایا جاتا ہے۔ کہ
حجروں سے باہر لانے والا یہی آخری مہاجر تھا تو کیا
کسی روحانی طریقے سے زمانہ اسیری میں ہی مقتدر

اے کے فضل الحق (حال وزیراعظم بنگال) منعقد
ہوا۔ بقول مصنف روشن مستقبل اس اجلاس
کی خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلی بار علماء کرام
کثرت کے ساتھ اس میں شریک ہوئے تھے
اور تقریریں کیں تھیں اور علماء کی شرکت کی
خوشی میں کرسی صدارت سے ایک تجویز
پیش کی گئی تھی۔

حالانکہ جب علماء کو سیاست نہیں آتی تو انکی
شرکت کی خوشی کا کیا موقع تھا۔

جناب عبدالوحید خاں صاحب بی اے جو اپنی
کتاب مسلمانوں کا ایثار کی تصنیف کے زمانے میں
مسلم لیگ لکھنؤ کے سیکرٹری تھے اور آج مسلم
لیگ کونسل کے رکن ہیں تحریر فرماتے ہیں:-

حق پرست علماء اور اولیاء ہر وقت موجود
رہے۔ لیکن زمانہ کی کٹافٹوں کی بنا پر وہ
گوشہ نشین رہے اس لئے جہاں کہیں علماء
کی ناگفتہ بہ حالت کا ذکر ہے اس سے مراد
انہیں علماء سے ہے جو امور دنیوی و سیاسی
میں برابر حصہ لیتے تھے۔

(فٹ نوٹ مسلمانوں کا ایثار ص ۱۳)

امور دنیوی و سیاسی کے حصہ لینے کے جرم میں
کتاب مذکور میں علماء کی خوب خبر لی گئی ہے اور کوئی جرم
ایسا نہیں جو علماء کے سر پر چپکانے کی کوشش نہ کی
گئی ہو کہے کو تو یہ مسلم سیاست کی تاریخ ہے مگر فی الحقیقت
یہ علماء کی فرد جرم ہے۔

بہر حال سوال یہ ہے کہ علماء گوشہ نشین رہیں تو
حق پرست اور سیاست اور امور دنیوی میں حصہ
لیں تو قابل ملامت! تو پھر یہ ماہرین سیاست کو کیا
عقل مند سی سوچھی تھی کہ ان گوشہ نشین علماء کو شرکت

وجود گوارا نہیں کرتی اس لئے ہندوؤں کی تمام بیوفائیوں اور تنگ ذہنیوں کو بھول جاؤ اور باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لے کر مشترک دشمن کے خلاف رزم آرا ہو جاؤ۔ ص ۶۵

ذرا انصاف فرمائیں علماء کے سیاسی دشمن کہ اگر یہی بات آج کسی عالم دین نے کہی ہوتی۔ تو وہ کیسے فرماتے؟

آج محمد علی مرحوم کا ذکر ہر زبان پر بڑی عزت سے ہے اور ہونا چاہئے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خود ان کی زندگی میں ان کے سیاسی پیغاموں کا استقبال کس طرح کیا گیا لکھتے ہوئے درد معلوم ہوتا ہے مگر بات آپڑی ہے تو لکھنا پڑتا ہے کہ محمد علی مرحوم کی سیاست کا استقبال ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے پنجاب کو نسل میں حسب ذیل طریقے سے کیا تھا جس کو خود مولانا محمد علی مرحوم کی زبان قلم سے سنئے!

اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ بعض عہدے جو پہلے برطانوی جنٹلمینوں کو ملتے تھے وہ اب ہندوؤں اور مسلمانوں کے حصے میں آگئے لیکن گورنمنٹ نے جس وقت یہ تبدیلی کی اس نے ایک بڑی غلطی کی اور وہ مزید برطانوی افسروں کا خیر مقدم کر نیگے نامہ نگار لکھتا ہے کہ اس پر قبہوں اور تحسین کی آوازیں آنے لگیں اور ان کے خلاف چند آوازیں "نہیں" "نہیں" کی بھی آئیں اس پر ڈاکٹر صاحب نے چلا کر ارشاد فرمایا کہ میں اس رائے کا اظہار اپنی ذمہ داری کو پوری طرح سمجھ بوجھ کر کرتا ہوں اور میں ان نہیں نہیں

جماعت علماء کو حجروں سے باہر نکالا گیا تھا۔ یہ غلط ہے کہ علماء سیاسیات سے کنارہ کش ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے وفادارانہ سیاسیات سے علیحدہ رہے۔ اکبر نے جو کچھ ہندوستان میں کیا اس کا دُنبیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کہ اگر یہ پیدا نہ ہوئے ہوتے تو آج سارے مسلمان کسی مندر پریم بم کرتے ہوتے۔ اس کے بعد مولانا اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید رحمہم اللہ کے کارناموں سے ہندوستان کا کوئی تعلیم یافتہ ناواقف ہے؟

حضرت حاجی امداد اللہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمہم اللہ کے کارنامے کیا بھلا دینے کے قابل ہیں؟

اب آخر میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور ان کے رفقاء کی نظر بندی جو ۱۹۱۷ء میں پیش آئی کیا یہ گوشہ نشینی ہی کی سرزشتی؟

اب وہ زمانہ آتا ہے کہ "ہر بریشہ سیاست" بساط سیاست پر آتا ہے اور مسلمانوں کو جن الفاظ میں ہندو موعظت کرتا ہے اس کو مصنف مسلمانوں کا ایشارہ کی زبان سے سنئے۔

بساط سیاست پر آتے ہی انہوں (مولانا محمد علی مرحوم) نے مسلمانوں کو بتایا کہ تمہارا حقیقی دشمن یورپ کا استعمار ہے وہی ترکوں کو ہضم کرنے کی فکر میں ہے وہی مصر اور فلسطین کو تباہ کرنے کے منصوبے باندھ رہا ہے۔ ہندو صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے دشمن ہیں لیکن عیسائیت دنیا میں کہیں بھی اسلام کا

کی آوازوں کی حقیقت کو بھی خوب سمجھتا ہوں
یہ ایک جھوٹی قوم پروری کی نمائندگی کرتی
ہیں۔ قوم پروری کا نام تو فیشن کے طور پر
اس ملک کے لوگوں کی زبان پر چند برسوں
سے ہے لیکن وہ اس کرک مرغی نمی لکڑوں
کو ہے جس نے انڈا دینا بند کر دیا۔

(مضامین محمد علی مرحوم حصہ دوم ص ۴۳۲-۴۳۳)
ڈاکٹر اقبال مرحوم بقول کارکنان "طلوع اسلام"
حکیم امت کے لقب سے ملقب ہیں اور حقائق قرآنی
و مقتضیات شرعیہ سے واقف ہیں۔ مولوی کو طعنہ
دیتے ہیں :-

ملا کو جو ہے ہند میں سجدہ کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
دہی طبیب حاوی اسلام کی آزادی کے لئے کتنا
بہتر نسخہ تجویز فرماتے ہیں کہ وہ مزید برطانوی افسروں
کا خیر مقدم کریں گے۔ آخر ہے نہ سیاست جو مولویوں کی
سمجھ سے بالاتر ہے لیکن مولانا محمد علی مرحوم کی خواہش
تو سن لینے میں کوئی ہرج نہیں۔

بہتر ہے کہ سارے ہندوستان کو تو مطلوبہ
سوراج دے دیا جائے۔ مگر ڈاکٹر سر محمد اقبال
صاحب دام اقبالہم کے پنجاب کے لئے سر
مائیکل اوڈوائز اور کرنیل فرنیک جانسن
اور کرنل وبراٹن اور مسٹر باسور تھ اسمتھ کو
پھر اس پر حکومت کرنے کے لئے بلالیا
جائے۔

(مضامین محمد علی مرحوم حصہ دوم ص ۴۳۵)

مولانا محمد علی مرحوم بحیثیت صدر وفد خلافت
انگلستان تشریف لے جاتے ہیں۔ تو ہمارا فلسفی شاعر
کہتا ہے :-

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے
تو احکام حق سے نہ کرے وفائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا تو گداٹی
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے ہو سے
مسلمان کو ہے ننگ وہ بادشاہی
مرا از شکستن چنناں عار ناید
کہ از دیگران خواستن مومیائی
(مندرجہ مضامین محمد علی مرحوم ص ۴۲۵)

اسی طبیب حاذق کے متعلق مولانا محمد علی مرحوم کا
بیان سنئے :-

بیتول کی قید کے زمانے میں تو پھر بھی صرف
چند ہی مسلمان اور ہندوستانی اس سعادت
سے مشرف کئے گئے تھے لیکن کراچی کے
مقدمہ کے بعد تو پچیس تیس ہزار اس سے
بہرہ اندوز ہو رہے تھے اور غالباً زاغ و عن
تک کا شہر اس وقت قید و صید کے
بند میں گرفتار تھا لیکن اقبال اس وقت
بھی آزاد ہی رہے اور "الہ توانہم فی
کل وادیہیمون" کے مصداق رہے۔
اس بار جو ہم جیل خانے سے چھوٹے تو اقبال
مرحوم "ڈاکٹر سید سر محمد اقبال تھے۔
(مضامین محمد علی مرحوم حصہ دوم ص ۴۲۵)

اسی مضمون میں چند سطروں کے بعد تحریر
فرماتے ہیں :-

اے مولانا محمد علی مرحوم مغفور جناب ڈاکٹر محمد اقبال کو
ان کی زندگی ہی میں قول و عمل کے عدم مطابقت کی وجہ
سے اقبال مرحوم کہا کرتے تھے۔

انشاء اللہ کل ان کی تقریر کے وہ جملے نذر قارئین ہمدرد کر دیں گا جو قارئین "لنڈن ٹائمز" ہو چکے ہیں۔ اور ان خیالات کا ترجمہ بھی کیا جائے گا۔ جس کا ان جملوں کو سننے کے بعد ٹائمز کے شملوی نامہ نگار نے اظہار فرمایا ہے اور پھر کچھ "شمع و شاعر" کے منظوم مکالمے ہیں سے بھی نذر قارئین کرام کیا جائے گا جس کو اسی آج کے انگریز پرست نہ سہی انگریز پر و شاعر نے اپنے پچھلے جنم میں تصنیف کیا تھا اور ہم کو قید و بند کیا جان لینے اور دینے تک پر مستعد کر دیا تھا۔

(مضامین محمد علی حصہ دوم ص ۲۹۵)
مولانا محمد علی مرحوم کے الفاظ آپ نے ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کے متعلق پڑھ لئے۔ اب اسے پڑھ لیجئے :-

حضرت علامہ اقبال کے تبحر علمی اور پیغمبرانہ علمی کارناموں سے کون واقف نہیں ہے آج

دنیا ماتم میں ہے کہ نہ صرف اسلام کا بہترین فرزند دنیا سے رخصت ہو گیا بلکہ مشرق و مغرب کا واحد عالم رحلت کر گیا۔ مگر ان علماء نے اس عظیم المرتبت ہستی کو بھی بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔
(مسلمانوں کا ایثار ص ۵۲)

سر محمد اقبال مرحوم کے تبحر علمی کا کس کو انکار ہے۔ ان کے طریقہ کار سے علماء اگر اختلاف کریں تو مجرم۔ مگر مولانا محمد علی مرحوم ڈاکٹر صاحب موصوف کو الحمد للہ انھما فی کل واحد یھیون کا مصداق بنائیں۔ اور انگریز پرست نہ سہی انگریز پرور کہیں تو قابل مواخذہ بھی نہیں۔ اس لئے کہ بہر حال یہ مسئلہ اصول ہے۔ کہ مجرم مولوی ہی ہو سکتا ہے یا نہ ہو۔

(باقی آئندہ)

مسلمانوں پر کوئی مصیبت آپڑے تو امام فجر کی نمازیں قنوت پڑھے یہی قول ثوری واحد کا ہے اور جمہور اہل حدیث نے کہا ہے کہ سب نمازوں میں قنوت پڑھنا بوقت مصیبت مشروع ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ قنوت نازلہ کی مشروعیت ہمیشہ کے لئے ہی منسوخ نہیں اشباہ میں ہے کہ حدیثی اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلہ کذاب کی لڑائی کے وقت قنوت پڑھی اسی طرح حضرت عمر و علی و معاویہ رضی اللہ عنہم نے لڑائی کے وقت قنوت پڑھی اسکے آگے فرماتے ہیں۔ فالقنوت عندنا فی النازلة کہ ہمارے (حقیقہ) کے نزدیک مصیبت شدیدہ کے وقت قنوت ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔ (الفقیہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۲ء ص ۶)

(قنوت نازلہ بقیہ ص ۵۸) امام شافعی کا قول ہے۔ اسی کے گئے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک قنوت نازلہ فجر کی نماز کے ساتھ مختص ہے اور کسی نماز چہری یا سری میں نہیں۔ اور فقہاء علیہم الرحمۃ کا قنوت فجر کو منسوخ فرمانا اس کا معنی یہ ہے کہ عموم حکم منسوخ ہے نہ یہ کہ اس کا اصل حکم ہی منسوخ ہے (شامی ص ۲۹۵)

اشباہ والنظائر ص ۵۸ میں ہے اذا نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلاة الفجر وهو قول الثوری و احمد وقال جمہور اہل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوة کلھا انتہی و فی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلة مستمر لم ینسخ انتہی۔ یعنی جب

شیعہ مشن

محرم الحرام اور شیعہ ایمان زید

سید تصدق حسین صاحب جعفری بی اے کے نام نامی سے اخباری دنیا واقف ہے۔ آپ کے اکثر مضامین شیعہ جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں آپ مذہب شیعہ کے پرجوش داعی ہیں آپ چاہتے ہیں کہ محرم الحرام میں بدعات کا خاتمہ ہو اور شیعوں کے ماتمی طریقوں کی عقل و شریعت کی روشنی میں اصلاح کی جائے۔ آپ شیعہ جہلا کی خود ساختہ برعادت اور ذاکرین کی بدعنوانیوں اور ان کی اخلاقی کمزوریوں سے نالاں ہیں آپ چاہتے ہیں کہ شیعہ قوم میں جرأت شجاعت پیدا ہو اور سینوں و دیگر فرقوں سے ان کا تضادم نہ ہو۔ آپ کے مضمون کی پہلی قسط ماہ اپریل کے جریدہ میں شائع ہو چکی ہے انصاف پسند شیعوں پر اس کا خاطر خراہ اثر ہوا ہے۔ آج اس مضمون کی دوسری قسط شکر کے ساتھ درج کی جاتی ہے اہل سنت کو شیعوں سے عناد نہیں۔ انہیں صرف شیعوں کی دلائل و زرائع۔ تبر ابازا۔ اور ماتم حسین کے نام پر اہل بیت کی توہین سے رنج ہوتا ہے۔ شکر ہے کہ سمجھدار شیعہ اب خود ان خرافات کو محسوس کر رہے ہیں۔ ہم سید تصدق حسین صاحب کو مسئلہ تقیہ کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں۔ تقیہ اور متعہ جیسے مسائل کی آڑ میں بد اخلاقی کا ارتکاب ہو رہا ہے اور قوم میں بڑی کا پیدا ہونا لازمی ہے ایران کی ناکامی کا بھی ہی راز ہے نیز تبر ابازی کی مفسدانہ اشتعال انگیز محرکات نے سینوں اور شیعوں کے درمیان جو غلیج منافرت پیدا کر دی ہے اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے۔ (مدیر)

اپنے وطن سے باہر رہا اور مضمون کے تاثرات و کیفیت نہ ہو سکی اس لئے جب یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس آئینہ حق میں مجرموں کو اپنے اپنے منہ دکھائی دیئے۔ اور شیعہ ایمان یزید کو لوگوں نے پہچان لیا۔ شکر ہے کہ میں اپنے مشن میں کامیاب رہا۔ اور مجرمین گرفتار ہو گئے مجھے اس بات کا کوئی رنج نہیں کہ مجھے بھی میرے آقا مولا امام حسین کی طرح یہ شیعہ ایمان یزید ہر قسم کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنائیں یا غلط پراپیگنڈا کے ذریعہ ہی استقامت لیں لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے اولین پیشوا کو جبکہ حق کے مقابلہ پر کامیابی نہ ہو سکی تو تم لوگ مجھے کس طرح شکست دے سکتے ہو؟ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یا تو تم لوگ صدق دل سے

گاہے گاہے باز خواں میں قصہ پارینہ را تازہ خواہی داشتن گردا غہائے سینہ را مثل مشہور ہے کہ ماہ نور مے فشانند و سنگ بانگ مے زند لیکن اس کی صحیح تفسیر اب معلوم ہوئی کہ صداقت جب دنیا میں بلا خوف و خطر پیش کی جائے تو نفس امارہ کے غلام ہمیشہ لعن طعن سے کام لے لے کر اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور حق بات کہنے والے کے خلاف محاذ قائم کر دیا جاتا ہے۔ کل کے دوست آج کے دشمن اور اپنے بھی پرانے بن جاتے ہیں۔ میرا مضمون کیا تھا ایک نشر تھا جس نے اخلاقی مجذوبوں کے پرانے پھوڑوں کو ایسا چیرا دیا کہ گندگی منہ سے نکلنی شروع ہو گئی۔ میں چونکہ ایک ماہ کامل

تائب ہو کر نیز بدیت کو چھوڑ دو گے اور صحیح طریقہ پر یادگار حسین کو قائم کرو گے اور شرفاء کے لئے ہرسال مصیبت کا سامان جمع نہیں کرو گے۔ یاد دنیا تمہارا مقاطعہ کرے گی اور کوئی مسلمان جو باضمیر با اصول ہو گا تم لوگوں سے کسی قسم کی ہمدردی کرنا نیز بدیت کی تائید سمجھے گا۔ میں کس طرح برداشت کروں کہ اتنی بڑی قربانی ہرسال لاکھوں روپے خرچ کرنے کے باوجود مستقل اثرات پیدا نہ کرے۔ اور حسینی کہلانے والے بھنگ چرس شراب جیسی ام الجائزات اشیاء کو برداشت کریں۔ اور شیعہ یازید کو پناہ دیں۔ کس کتاب میں لکھا ہے کہ فلاں امام نے ماہ محرم میں ایسی اشیاء کا استعمال جائز کر دیا (نعوذ باللہ) یا کس عالم دین نے تم کو یہ سبق دیا ہے کہ حسینؑ نے یہ قربانی صرف اس لئے کی تھی کہ تمہارے جیسی حسینی فوج سالٹ مظاہرہ انسانیت کشی کرے۔ اور دنیا تسخر اڑائے آج مہذب اقوام کی افواج دیکھ کر دنیا حیران رہ جاتی ہے کہ ہر ایک سپاہی کے چہرے اور قدم سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نصرت و فتح اور مجاہدانہ جوش ان کے رگ ورینہ میں شامل ہے اور جس شہر سے یہ فوج گزر جائے انسان تو انسان حیوان بھی لرز جاتے ہیں لیکن حسینی فوج کا یہ حال کہ نخست منہ پر آنکھیں نشہ سے بند۔ اور ایک معمولی قربانی کے وقت ایسے سہم جاتیں یا میدان ہی چھوڑ کر بھاگ جاتیں جیسے صنف نازک بھی مظاہرہ یزدولی نہ کریں۔ میں نے تو خود یہ دیکھا ہے کہ ایک پولیس آفیسر چاہے تو اس یادگار کو بند کرادے اور یہ صرف اپنے اپنے گھروں میں یا ٹوٹے پھوٹے قبرستانوں کے مخصوص مقاموں پر گریہ وزاری کرتے رہ جائیں ایک آدمی تمام مجمع کو بھیسڑوں کی طرح آگے لگا سکتا ہے اور جہاں چاہے ان کو ماتم کرنے دے اور جہاں چاہے

جلوس ختم کرادے۔ اگر کوئی باغیرت شیعہ اس سعفی کے خلاف احتجاج کرنے کی بھی جرأت کرے تو یہی شیعہ یازید اس کو حکومت وقت کے سامنے باغی ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ اور بجائے حسین کی ذات کو خوش کرنے کے ہمیشہ موقع بے موقع ہر پابندی جلوس ولانس کو رحمت سے کم نہ سمجھیں کیونکہ قانونی مقابلہ کی بھی تجربات نہیں رہی چہ جائیکہ حسین کی طرح آزادی کا علم بلند کر سکیں یا اقوام عالم کو اسوہ حسینی کی تقلید کی دعوت دے سکیں۔ یہ تو حسین کو صرف مظلوم اس نقطہ نگاہ سے سمجھتے ہیں کہ غیرت و شرافت و ناموس مذہب کے لئے بھی مال و جان کی قربانی کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف ایک مجلس گریہ قائم کر لینا یا چند گالیاں دیدینا وہ بھی دل میں۔ یزید کا مقابلہ کرنے والا عازمی اعظم اور تھا اور ان کا حسین اور ہے۔ یہ تو یزیدیت کو جانتے ہوئے سمجھتے ہوئے بھی ترک نہیں کر سکتے۔ کس امام نے فرمایا تھا کہ دس دن محرم کے صرف گریہ و زاری و ماتم میں گزار دینا اور باقی ایام سال کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بھولے سے بھی کوئی خدمت اسلام نہ کرنا۔ لاکھوں روپے محرم میں خرچ کرنے والو! ذرا ہوش سے کام لو کہ آج دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ تجارت خون حسینؑ کے شیدائیو! آخر کب سوچو گے کہ تمہارا رد یہ کسی اچھے کام میں بھی خرچ ہو سکتا ہے جو قوم کی اقتصادی حالت سنبھالے۔ بے کس دیتیم لڑکے لڑکیوں کی تعلیم مستقبل کا انتظام کرے۔ دنیا سے یزیدیت کو فنا کر دے۔ لطف تو یہ ہے کہ بعض بھولے بھلے شیعہ یہ سمجھتے ہیں کہ مجلس کی کامیابی بس یہی ہے کہ موشین گھرتک روتے جائیں۔ اور ان ذکرین نے بھی عجب قسم کے قصے بنائے ہیں کہ خواہ ان کے بیان میں سنجیدگی اور مظلومیت کا کوئی بھی اثر نہ ہو لیکن محض اس لئے شیعہ

روتے روتے پاگل ہو جائیں کہ مجالس کی علت غائی صرف گریہ ہے۔ خاک رلیڈ نے جس طرح مصنوعی طریقوں سے آسولانے والی گیس کی جگہ مرچیں وغیرہ استعمال کیں یا اور طریقے جنگ کے اختیار کئے۔ اسی طرح شیعہ کو خواہ مخواہ رلانے کے لئے ہوشیار چالاک ذاکرین نے بھی ہزاروں مصنوعی روایات بنا رکھی ہیں۔ بعض مشین کی تو یہ حالت ہے کہ یزیدی افواج میں سے اگر کسی کی ہاتھ کو ذاکر بیان کر رہا ہے تو یہ مخبوط الحواس ہائے ہائے کے نعرے لگا کر عورتوں کی طرح گریہ شروع کر دیتے ہیں انکو یہ بھی تمیز نہیں کہ حسینی شہداء کے لئے رونا چاہئے یا ہر موقع پر۔ میں خدا کو گواہ رکھ کر کہے دیتا ہوں کہ خود شیعہ کے مقتدر حضرات اور ذاکرین نے ایسے ایسے خوفناک جرائم بعض ذاکرین کے بیان کئے ہیں کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن معلوم نہیں کہ پھر بھی یہ لوگ کیوں ایسے شیطانوں کا بائیکاٹ نہیں کرتے۔ ان کی مجالس میں شامل ہونا گناہ ہے جہاں ایسے انسان صورت شیطان سیرت ذاکر ایک غیر معمولی شہادت کو بیان کرنے کی جرات کر رہا ہو۔ مسجد ضرار کی طرح ایسی مجالس کو ہر ممکن طریقہ سے ناکام بنانا ہر مسلم کا اخلاقی فرض ہے جو شیعہ یزیدی کی طرف سے ذاتی اغراض و منافقانہ رنگ میں قائم کی جا رہی ہوں۔ ہر لکھا پڑھنا خواندہ مسلم سمجھ لے کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ سیاسیات عالم میں انقلاب آ رہا ہے۔ ہر اسلامی یادگار کو مضبوط سنجیدہ قابل قدر عالمگیر اثرات پیدا کرنے کے طریقوں پر قائم کرنا ہوگا ورنہ ہندو اقوام اور پڑھے لکھے نوجوان تو بیزار ہو کر ہر کام میں عدم تعاون ضروری سمجھیں گے۔ میں تو کم از کم اس یادگار میں سر لیو راج۔ سرکانن ڈائل جیسے فلاسفروں سائنسدانوں کی شمولیت کے سامان پیدا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ بجائے اچھوتوں کے

یہ کوئی حقارت نہیں بلکہ ہر ایک طبقہ اپنے دائرہ کے اندر رہ کر ترقی کرے۔ ہر سکول میں علیحدہ جماعت بنی ہوئی ہے۔ تاج محل ہوٹل ملبی اور سرگودھا لاہور کی سڑک ایک نہیں ہو سکتیں۔ مسجدوں میں امیر و غریب کا فرق نہیں لیکن غریب شراب میں مدہوش یا بھنگ چرس پنی کر بغیر وضو پاکیزگی اگر شامل جماعت ہونا چاہے تو کون عاقل مسلم اجازت دے سکتا ہے۔ اگر حسینی جلوس میں شامل ہونا ہے تو تمہارے چہرے سے شجاعت کے آثار ظاہر ہوں ایک مجاہد کی شان ہر قدم پر پیکے۔ اور سر بلند رکھ کر نعرہ ”حسینیت زندہ باد“ تمہارا قومی نعرہ ہو کہ جس سے یزیدیت کے قصر میں زلزلہ آجائے۔ تمہاری عورتیں بھی شان و زینب دکھائیں کہ بنیاد بخدا (جو یزید نے کہا تھا) تم خود اپنی عورتوں کو ننگے سر سر بازار جلوس کی صورت میں لے جاؤ۔ ہوش کر دو کہ کیا کر رہے ہو۔

میں نے تمام ہندوستان کا دورہ کر کے جب شیعہ جلوسوں کو دیکھا تو مجھے بہت ہی افسوس ہوا کہ جب ایک شیعہ پر یہ جلوس انقلابی اثرات پیدا نہیں کر رہے تو اغیار کیا اثر لیتے ہوں گے۔

میں نے ایک دفعہ پنجاب کے ایک مشہور شہر میں تابوت امام حسنؑ کا جلوس دیکھا تو نوجوان فیشن ایسل بال بنائے سگرٹ پیئے پان چبائے ایک خاص ناز و خرم سے شامل جلوس تھے گویا لباس تھا اور کبھی کبھی سینہ زنی بھی تھی۔ ہزاروں انسان اس جلوس کا کوئی ٹوٹس بھی نہ لے رہے تھے حالانکہ اسی شہر میں کانگریس کے جلوس بھی دیکھے اور دوسری تحریکوں کو بھی دیکھا۔ ایک پڑھی لکھی ایم اے خاتون نے مجھے دیکھ کر فوراً مخاطب کیا اور کہا کہ بھائی صاحب آپ کیوں حیران ہیں یہاں تو ہر محرم و جہلم کے جلوس میں

سینوں پر سانپ لوٹیں گے کہ دنیا سے اب یزیدیت چل بسی۔

حسینؑ کی وہ ذات ہے جس کے نام پر صحیح معنوں میں ہر قوم و فرقہ متحد ہو سکتا ہے۔ یوم حسینؑ کی بنیاد رکھوں گا اور سب کو دعوت دوں گا کہ آؤ مل کر ایسا پروگرام بنائیں کہ کم از کم کفرستان میں میلاد النبی اور محرم کو مسلمان متفق و متحد ہو کر ایسے شاندار قابل عبرت اور قابل قدر طریقہ سے منائیں کہ یہ دونوں تحریکیں بین الاقوامی شہرت کی مالک ہو جائیں۔ ہر سال کے فرقہ دارانہ فسادات ختم ہوں۔ حکومت کو کوئی موقع نہ ملے کہ ہماری مذہبی تحریکیوں کو بذریعہ لائسنس و قیود غیر معمولی انقلاب پیدا کرنے سے باز رکھ سکے اور پولیس و فوج کو ہم لوگوں کی مال و جان کی حفاظت ایسے ایام میں بھی کرنی پڑے۔ ہر رسولانِ بلاغ باشندے

یہی بناوٹ ہوتی ہے اور اگر زیادہ عبرت حاصل کرنی ہے تو ان جلوسوں کو آکر دیکھو جن میں طوائف شامل ہوتی ہیں اور ان کے عشاق۔ انا لہ وانا الیہ راجعون جھنگ میں تو اب بھی ڈھول پیٹ کر سینہ زنی کی جاتی ہے۔ اور ان کی مجالس کو دیکھ کر بہت عبرت حاصل ہوتی ہے کہ روسائے ضلع کی حالت دیکھو اور مرکز کے غریب کی قابل رحم حالت۔ نہ کوئی شیعہ کی مسجد نہ عید گاہ نہ امام بارگاہ اور نہ ہی کوئی ادارہ اور کونسلوں پر لاکھوں روپے خرچ کرنے والوں کا مرکزی مقام۔

انشاء اللہ یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہے گا۔ جب تک شیعیاں یزید سے ہر مسلمان کا تعارف نہ کرادوگا اس دن خدا کا شکر ادا کروں گا جب ہماری مجالس و جلوس و طریقہ یادگار حسینؑ میں انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔ کہ ہر مسلمان فخریہ تعاون کرے گا اور کفار کے

ملاحظہ

عرض حال

امیر حزب انصار کا تبلیغی دورہ {امسال حضرت

مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر حزب انصار کا سالانہ تبلیغی دورہ کا آغاز ۳ فروری کو ہوا۔ آپ نے ۳ فروری سے ۵ اپریل تک متعدد جلسوں میں شرکت اختیار کی اور ملک کے متعدد مقامات پر تبلیغی فریضہ ادا کیا اور ملتان بہاولپور۔ اترسر۔ جالندھر۔ دہلی۔ کانپور۔ لکھنؤ۔ ممبئی۔

مالیگاؤں۔ ڈیرہ غازی خان۔ دہلوا۔ تونسہ شریف۔ ڈیہ اسمیل خاں۔ بنوں۔ ترگ۔ کوٹ موہن۔ قادیان اچھرہ (لاہور) وار برٹن شاہ پور صدر۔ ریلہ شریف کا

سفر اختیار فرمایا۔

مولانا منیر شاہ صاحب کی علامت {مولانا منیر

صاحب مبلغ حزب انصار عرصہ تین ماہ سے بعارضہ کھانسی و بخار اپنے وطن خوشاب میں بیمار ہیں اور بے حد کمزور ہو چکے ہیں۔ قارئین کرام ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

قادیان میں انصار اسلام کا قیام {امیر حزب

کے لئے بعض مقتدر اور ذمہ دار حضرات نے قادیان میں

کی مالی حالت بہتر بنانے کے لئے ارباب کرم کی توجہ درکار ہے۔

ضرورت ہے

حزب الانصار کو مبلغین کی ضرورت ہے نیز مدرس بھی درکار ہیں۔ جو علوم عربیہ کی تدریس میں ہمارے رکھتے ہوں۔ جو صاحب تبلیغ کے یا تدریس کے فرائض انجام دے سکتے ہوں وہ اپنی درخواستیں بہت جلد

دفتر حزب الانصار بھیرہ

میں ارسال فرمائیں۔ مشاہیرہ و دیگر امور کا فیصلہ زبانی یا بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

انصار الاسلام کی جماعت قائم کی ہے۔ اس جماعت کا مقصد صرف میرزا نیت کے فتنہ کا استیصال ہے۔ کارکنان انصار الاسلام سیاسی ماحول سے علیحدہ رہ کر خالص مذہبی و تبلیغی خدمات انجام دینا چاہتے ہیں مسلمانوں کی جو جماعت بھی میرزا نیت کے خلاف کام کرے گی اس کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے یہ جماعت تیار رہے گی۔ مسلمانوں کی کسی جماعت کی مخالفت کرنے یا ان سے متصادم ہونے سے اجتناب پر عمل پیرا ہوگی۔

تعلیم الاسلام دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ۔ مدرسہ عربیہ و اربین وغیرہ کی تعلیمی حالت بفضلہ تعالیٰ عمدہ ہے۔ قادیان میں بھی مدرسہ عربیہ کا اجراء زیر غور ہے۔ حزب الانصار

منقولاً

قوت نازلہ

(از جناب مولانا مولوی ابویوسف محمد شریف صاحب کوٹلوی -)

نازلہ شدت مصیبت امام جہریہ میں قنوت پڑھے اور بعض نے کہا ہے کہ کل نمازوں میں پڑھے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا یقننت عند نافی صلوٰۃ الفجر من غیر بلیۃ فان وقعت فتنة او بلیۃ فلا باس به فعلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما القنوت فی الصلوٰۃ کما للنازل فلم یقل به الا الشافعی کہ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک بوقت وقوع نازلہ سوائے فجر کے قنوت نہیں۔ اگر کوئی فتنہ یا مصیبت آپڑے تو فجر میں قنوت پڑھنے کا کوئی مضائقہ نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں قنوت سب نمازوں میں پڑھنا ہمارے مذہب میں نہیں (باقی دیکھئے نیچے)

الفقیہ ۷ جنوری ۱۹۷۲ء میں مولانا سلام الدین صاحب دمولانا بہا علی صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا کہ فجر کی نماز میں تمام امامان مساجد قنوت نازلہ کی دعا یاد کر کے رکوع کے بعد پڑھا کریں اور مقتدی آمین کہیں اس پر ۱۴ مارچ ۱۹۷۲ء کے الفقیہ میں قاضی فضل احمد صاحب لودیانوی (پیشتر کورٹ انسپکٹر پولیس) کی طرف سے تعاقب شائع ہوا کہ یہ مسئلہ و ماہیہ کا ہے قنوت نازلہ بالکل ممنوع منسوخ متروک اور بدعت ہے (الفقیہ ۱۴ مارچ ص ۵۵ کالم ۱)

میں کہتا ہوں درختا میں ہے ولا یقننت لغيرہ الا لنازلۃ فیقننت الامام فی الجمعیۃ وقیل فی الکل یعنی بجز وتر کے کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر بوقت

نُصْرَةُ الْحَدِيثِ

مؤنصنع اعظم گڈھ میں مدرسہ مفتاح العلوم وہ چشمہ علوم الہی اور مرکز تعلیمات نبوی ہے جس میں ابتدا سے انتہا تک تعلیم دی جاتی ہے۔ ہر سال دورہ حدیث بھی ہوتا ہے چنانچہ شعبان ۱۳۶۱ھ میں اٹھارہ طلبہ دورہ حدیث سے فارغ ہوئے۔ مفتاح العلوم کی شہرت و مقبولیت کی وجہ سے ہندوستان کے مختلف گوشوں سے تشنگان علوم آکر اس چشمہ علم سے فیوض حاصل کرتے ہیں۔ اس مدرسہ میں اس وقت تین سو سے زائد طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن میں ۸۰-۹۰ بیرونی طلبہ ہیں جن کی تقریباً تمام ضروریات زندگی کا کفیل مدرسہ ہے۔

مفتاح العلوم میں ایک شعبہ تصنیف و تالیف بھی ہے الحمد للہ کہ اس شعبہ میں مدرسہ نے بڑی بڑی علمی خدمتیں انجام دی ہیں اس شعبہ کی ایک نادر تصنیف **نُصْرَةُ الْحَدِيثِ** منکرین حدیث کے رد میں وہ لاجواب کتاب ہے جس نے ان تمام شکوک و شبہات کا جو حدیث پر وارد کئے جاتے ہیں قلع و قمع کر دیا اور جو نہایت بیش بہا اور گرانبھا قدر نوائے پرستمل ہے۔ کتاب اپنے ظاہری اور باطنی محاسن اور خوبیوں کے لحاظ سے بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ کاغذ کی غیر معمولی گرانی کے باوجود رفاہ عام کے خیال سے اس کی قیمت ڈیڑھ روپیہ رکھی گئی ہے۔ کتاب ٹائپل کے علاوہ ۲۱۴ صفحات پر مشتمل ہے حسب ذیل پتہ سے کتاب مذکور حاصل کیجئے :-

مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی ناظم مدرسہ مفتاح العلوم۔ قصبہ مٹو۔
ناٹھ بھنجن صنل اعظم گڈھ

علمی مذہبی اخلاقی اور تاریخی کتائیں

۳

چودھویں صدی کے عیانی نبوت (اسارٹھے چھ صفحات کی کتاب) مسئلہ کذاب سے

لے کر مرزا قادیانی بلکہ عنایت اللہ مشرقی تک جس قدر جال اور مفسد گزرے ہیں انہیں سے اکثر کے حالات اور دعاوی اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں جن بن صباح اور درویش کے حالات بھی بالتفصیل درج ہیں قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ

حقیقت مزائیت (مولفہ مولوی عبدالکریم صاحب مباہلہ سابق مبلغ مزائیت) یہ کتاب اس

مرب المش کی صیغ مصداق ہے کہ ”گھر کا بھیدی لٹکاؤ“ قیمت آٹھ آنے۔

حقیقت مزائیت (مولفہ مولوی علم الدین صاحب حنفی باشندہ قادیان) اس

کتاب میں فاضل مولف نے مرزائی دھرم کا بخبیہ اذھیر کر رکھ دیا ہے قیمت آٹھ آنے۔

آداب المساجد (مسجد کے شرعی آداب کا تفصیلی بیان اس

بے تمیزی کے زمانہ میں مسلمان کو یہ رسالہ پڑھ کر خدا کے گھر کی تعظیم و تکریم سیکھنی چاہئے قیمت تین آنے

عدم انجیل (جس میں بردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ انجیل محرف اور غیر اصل ہیں قیمت تین آنے۔

حتمہ سماج (جس میں تناسخ کے البطل اور ویدوں کے

میا اریہ) غیر الہامی ہونے پر لا جواب اور کفر توڑ دلائل پیش کئے گئے ہیں قیمت ہر

خاکسار تحریک کیوں قابل قبول نہیں؟ اس سوال کا

نہایت معقول و مدلل اور موثر جواب دینے کیلئے خاکسار کے پُر فریاد لفظوں میں بھی مسکت جواب دیا ہے قیمت ار

نوٹ: تمام کتابوں کا خرچ محصول خریدار کے ذمہ ہوگا۔

ثمرات الاوراق یعنی اسلام کے خاص حالات مقالات کا مجموعہ اور تاریخی دلچسپی کا مرقع قیمت ۲۲

نیک بیبیاں جس میں حضرت علیہ حضرت خدیجہ الکبریٰ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ الزہرا

رضی اللہ عنہن کے پاکیزہ اور سبق آموز حالات زندگی معتبر اور مستند کتابوں سے تحقیق کے ساتھ لکھے گئے ہیں عورتوں اور لڑکیوں کے پڑھنے پڑھانے کی خاص چیز ہے قیمت صرف پانچ آنے۔

الاحجوتہ اس امر کی عجیب تحقیق کہ خطبہ عربی زبان ہی میں کیوں پڑھنا چاہئے۔ مع خطبہ عربیہ

شاہ اسماعیل صاحب دہلوی قیمت ڈیڑھ آنے

رحمت رضوان حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کے حالات و فضائل مع نصائح و جواب اعتراضات۔ قیمت پانچ پیسے۔

مولوی معنوی یعنی حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ

علیہ کی سوانح عمری آپ کے علاوہ آپ کے مشائخ و خلفاء اور اولاد کے حالات کا مستند

مجموعہ قیمت پانچ آنے۔

دست غیب جس میں حلال روزی کے فضائل اور ”دست غیب“ اور کیمیا

کے دینی اور دنیاوی نقصانات بتانے کے علاوہ عجیب حکایتیں بھی بیان کی گئی ہیں قیمت ۲

ارشاد الہی مختصر احادیث کا عام فہم ترجمہ بتدیوں اور عورتوں کیلئے خاص طور پر مفید ہے قیمت ۲۰

جیا خضر علیہ السلام آپ کے تبرک حالات کو حدیث و تفسیر اور تاریخ کی معتبر کتابوں سے اخذ کر کے جمع کیا گیا ہے قیمت ۲۰

پیرزادہ ابوالفضل محمد بہاء الحق قاسمی گلہ بازار، دہلی، ہند (مخدا)

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس مصنفہ مولانا سید ولایت حسین صاحب
دہلوی۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور سالہ

”تواریخ“ کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ سالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر تہراہاسنی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤسا کی طرف سے سینوں میں مفت تقسیم ہو رہا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے ہندب پیرایہ میں تبلیغ و اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مظالم و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصول ۴ حصہ دوم حصہ سوم ۴ مکمل طلب کرنے پر ۱۲ محصول اک علاوہ

برق آسمانی جس میں مزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح عقائد، عبادات و معاملات

و کارنامے تفصیل کیساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے رعایتی قیمت ۴

جمیدہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر المعروف

صوفیہ ۱۹ اگست ۱۹۰۷ء میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ

شیعہ صاحبان کے حق میں گالی تو کجا کہیں سخت الفاظ بھی استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گوناگوں حوالوں اور اسکی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید حقیقت اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسئلہ مدح صحابہ و تبرائے قرآن مجید احادیث نبوی کریم اقوال ائمہ سادات

صوفیائے کرام کے ارشادات کے عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جرائد اور اکابر ملک و افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سیزہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تہرا بازی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۴ محصول اک ۱

مازیانہ نقشبندیہ مولفہ مولانا حکیم خاقان عبدالرسول صاحب بکھروی اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف چار آنے علاوہ محصول اک۔

اجتناب الحنفیہ اس سالہ میں صد ہا علمائے اسلام کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل

واضح و براہین قاطعہ سے فرقہ و فریض و مرزائیہ کا ارتداد اور ارفاضی و میرزائی سے سُنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴

تحفہ میرزائیہ یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۳۳۰ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں قیمت ۴۔
حقیقت تشیع مولفہ پیر قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ

سیرتہ رازول کا انکشاف فی سینکڑہ پانچ روپے فی نسخہ ایک آنے
ہدایا القرآن عیسائیوں کے مشہور سالہ حقائق قرآن کا تبلیغ رو۔ نیز اسی سالہ کے ذریعہ

مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں ”حقائق قرآن“ کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ قیمت فی سینکڑہ سات روپے فی نسخہ ایک آنے۔

:- ملنے کا پتہ :-

مینجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)